قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

رواہ البخاری

سلسلہ

التبلیغ

کا چودھواں وعظ مسمّیٰ بہ

الکمال فی الدین للنساء

منجملہ ارشادات حضرت مرشدی و مولائی قبلہ و کعبہ ام حکیم الامت شاہ

محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم

حسب فرمائش صوفی عبد القادر صاحب ناظم وعظ

احقر شبیر علی عفی عنہ کے اہتمام سے

مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں چھپا

بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ ہجری نبوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الوعظ المسمّٰی بہ

الکمال فی الدین للنساء

این	کہاں ہوا	دہلی۔ بر مکان محمد رفیع صاحب
متی	کب ہوا	۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۱ھ بعد ظہر بروز سہ شنبہ
کم	کتنا ہوا	۲ ½ گھنٹہ
کیف	بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ہوا	بیٹھ کر
لم	کیوں ہوا	مستورات کی درخواست تھی کہ ہم کو بھی اصلاح کا طریق بتایا جائے۔
ماذا	کیا مضمون تھا	عورتوں کیلئے کمال دین حاصل کرنیکا طریقہ اور کاملین کی صحبت کا فیض عورتوں کو کیونکر پہونچ سکتا ہے
من المخاطب	کن لوگوں کو خطاب تھا	طبقۂ اناث کو خصوصاً اور جو لوگ دنیوی مشاغل سے فراغت نہیں پاتے ان سب کو عموماً
من ضبط	کس نے قلمبند کیا	احقر ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ
السامعین	سامعین کی تعداد	مرد تقریباً (۲۰۰) اور مستورات کی تعداد معلوم نہو سکی۔
الاشتات	متفرقات	اس وعظ میں وہی آیت تلاوت کیگئی جو اس سے پہلے وعظ میں تلاوت کیگئی تھی لیکن مضامین اکثر غیر مکرر ہیں اور بعض بالکل جدید

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ٭ بیان کرنے سے پہلے اتنا کہدینا مناسب ہے کہ اگر مردوں کو آواز

کم پہونچے یا مضامین اُنکے مناسب کم ہوں تو وہ مجھکو معذور سمجھیں کیونکہ یہ بیان
خاص عورتوں کے لئے ہے ۔ اوّل تو اس بیان سے مقصود وہی ہیں مردوں میں
اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے دوسرے عورتوں کو مواعظ کے سننے کا بھی موقع
کم ملتا ہے اسلئے ضرورت اس کی ہے کہ گاہے گاہے خاص اُنکے مناسب مضامین
بیان کئے جائیں تاکہ اُنکو بھی اپنی اصلاح کا طریقہ معلوم ہو۔ مردوں کو مواعظ کے
سننے کا بہت موقع ملتا رہتا ہے دوسرے اُنکو وقتاً فوقتاً علماء سے ملنے کا بھی
موقع ملتا رہتا ہے اگر مواعظ بھی نہ سنیں تو ضروری باتیں وہ زبانی دریافت کر سکتے ہیں
بیچاری مستورات کو اس کا بھی موقع نہیں ملتا اس لئے اُن کی اصلاح کیلئے خاص
طور پر اہتمام کی ضرورت ہو کہ ایک بیان ایسا ہو جس میں اُنہی کے مناسب مضامین
ذکر کئے جائیں ۔ پھر عورتوں کے متعلق بچوں کی بھی تربیت ہو اور یہ قاعدہ ہے کہ بچہ
ابتدائے عمر میں جس کے پاس زیادہ رہتا ہے اُسی کے اخلاق و اعمال اختیار کرتا
ہے اور بچے زیادہ تر ابتدائے عمر میں اپنی ماؤں کے پاس زیادہ رہتے ہیں باپ کے
پاس کم رہتے ہیں اسلئے بچوں کی تربیت اسی طرح عمدہ ہو سکتی ہے کہ مستورات کی
اصلاح ہو جائے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائے عمر میں بچوں کو سمجھ ہی کیا ہوتی
ہے جو وہ اچھی یا بری بات سے اثر لیں بچپن میں [illegible] لاخواہ کیسا
ہی ہو سمجھ آنے کے بعد کسی نیک آدمی کے پاس اُنکو رکھنے کی ضرورت ہونی چاہئے
سو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ خیال غلط ہے بچپن میں جبکہ بچہ دودھ پیتا ہے اُسوقت بھی
اُس بچے کے دماغ میں اخذ کا مادہ ہوتا ہے گو وہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور اس کی
مثال ایسی ہوتی ہے جیسے فونوگراف کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ سب اُس میں جاکر
محفوظ و منقش ہو جاتا ہے گو اُسوقت آواز نہ نکلے لیکن جسوقت اُن نقوش پر سوئی
چلے گی وہ سب باتیں اس میں سے بعینہ نکلیں گی یہی حال بچوں کے دماغ کا ہے
کہ ابتدائے عمر میں بھی وہ سب باتوں کو اخذ کر کے محفوظ کر لیتا ہے گو اُسوقت اُن
پر عمل نہ کر سکے یا زبان سے ظاہر نہ کر سکے پھر جب اُس میں قوت عمل و نطق کامل ہوتی

ف عورتوں کی اصلاح کا خاص اہتمام ضروری ہے۔

ف بچہ شیرخوارگی کے زمانہ میں بھی افعال و اخلاق سے اثر لیتا ہے۔

ہے تو پہلی بالوں کے آثار اُس سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ایک تجربہ کار کا مقولہ ہے کہ بچوں کی اصلاح کا وقت پانچ سال تک ہے۔ اس عرصہ میں جتنے اخلاق اُس میں پختہ ہونے ہوتے ہیں پختہ ہو جاتے ہیں اسکے بعد اُسمیں پھر کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم جس زمانہ کو نا سمجھی کا زمانہ خیال کرتے ہیں وہی وقت بچوں کی اصلاح کا ہے اور بچے اُسی زمانہ میں سب کچھ اخذ کر لیتے ہیں ایک مسماۃ نے بیان کیا کہ بچوں کی اصلاح کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بچہ کی کامل طور پر تربیت کردی جائے پھر سارے بچے اُسی جیسے اُٹھینگے جیسے کام کرتا ہو اُسکو دیکھینگے اگلے بچے بھی وہی کام کرینگے اور اُسی کی عادتیں خصلتیں سیکھ لینگے غرض بچوں کی تربیت چونکہ زیادہ تر عورتوں کے ہاتھ میں ہے اسلئے ان کی اصلاح سے مردوں کی بھی اصلاح متوقع ہے کیونکہ یہ بچے ایک وقت میں مرد بھی بنیں گے ان وجوہ سے اسوقت کا بیان زیادہ تر مستورات کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ مردوں کے لئے یہ بیان کسی درجہ میں بھی مفید نہوگا کیونکہ اس میں بھی اکثر احکام شرعیہ ہی کا بیان ہوگا اور احکام اکثر مردوں اور عورتوں میں مشترک ہی ہیں البتہ اس بیان میں مردوں کی دلچسپی کا لحاظ نہ کیا جائے گا بلکہ زیادہ تر عورتوں کی دلچسپی کے مضامین ہونگے سو دلچسپی اگر نہوئی بلا سے نہو یہ مقصود تھوڑا ہی ہے اور جو مشترک نہو تب بھی ایک نفع تو یقیناً سب کو ہے وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کہیں اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت وہاں مجتمع ہو جاتی ہے پھر وہ ذاکرین کے اوپر سکینہ نازل کرتے ہیں پھر جب وہ حق تعالے کے پاس جاتے ہیں تو وہاں سوال ہوتا ہے کہ تمنے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمنے اُنکو آپ کا ذکر کرتے ہوئے چھوڑا حق تعالیٰ سوال فرماتے ہیں کہ کیا اُنھوں نے ہم کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں یا اللہ اُنھوں نے آپ کو دیکھا نہیں اگر دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ کوشش کرتے پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں فرشتے عرض کرتے

بچوں کی اصلاح کا وقت

فضیلت ذکر

ہیں کہ وہ آپ سے جنت اور آپ کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور آپکی ناراضی اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ گواہ رہو ہم نے اُن سب کو بخشدیا۔ اسپر بعض فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص تو ذکر کے قصد سے نہ آیا تھا ویسے ہی آکر انکے پاس بیٹھ گیا تھا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اُسکو بھی بخشدیا یہ جماعت ایسی نہیں کہ انکے پاس بیٹھنے والا محروم ہو۔ یہ تو حدیث کا مختصر مضمون ہے اور ظاہر ہے کہ وعظ کی مجلس بھی مجلس ذکر ہے اُس میں خدا تعالیٰ کے احکام کا ذکر ہوتا ہے اور یہ بھی ذکر اللہ ہی ہے ذکر اللہ فقط تسبیح و تہلیل وغیرہ میں منحصر نہیں صاحب حصن حصین نے اس مسئلہ پر متنبہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں بل کل مطیع للہ فھو ذاکر کہ ہر شخص جو خدا کی اطاعت میں مشغول ہو وہ ذاکر ہی ہے۔ تو اگر مردوں کو اس بیان سے دلچسپی بھی نہو تو یہ نفع کیا تھوڑا ہے کہ وہ جتنی دیر مجلس وعظ میں بیٹھے رہینگے اتنی دیر تک وہ ملائکہ کی صحبت سے مستفید ہونگے اور ذاکر شمار ہونگے اور رحمت ومغفرت کے مورد ہونگے (اس وقت کچھ مستورات کی باتوں کی آواز آئی حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ بھائی اسوقت باتیں نکرو بلکہ غور سے ہماری باتوں کو سنو یہ کیا انصاف ہے کہ ہم تو تمہارے لئے اپنا وقت اور دماغ صرف کریں اور تم اس کی بیقدری کرو اور تھوڑی دیر کے لئے بھی تم اپنی باتیں منقطع نکرو۔ اول تو یہ تہذیب کے بھی خلاف ہے دوسرے شریعت کے بھی خلاف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جسطرح خطبہ جمعہ کا سننا فرض ہے اور اسوقت باتیں کرنا حرام ہے اسی طرح جس مجلس میں بھی احکام شرعیہ بیان ہو رہے ہوں وہاں خاموش رہنا اہل مجلس کے ذمہ لازم ہے باتیں کرنے سے گناہ ہوتا ہے پس جن مستورات کو باتیں کرنا ہوں وہ یہاں سے اٹھکر دوسرے کمرہ میں چلی جائیں تاکہ گناہ سے بھی محفوظ رہیں اور دوسری سننے والیوں کے سننے میں خلل انداز بھی نہوں تیسرے باتیں کرنے سے بیان بھی خبط ہو جاتا ہے بیان کرنیوالے کے ذہن میں مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے کیونکہ مضامین کی آمد نشاط و انشراح قلب پر موقوف ہے اور سامعین کی

ذکر اللہ فقط تسبیح و تہلیل میں منحصر نہیں

مجلس وعظ میں باتیں کرنیکی ممانعت

بے توجہی دیکھکر بیان کرنے والے کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے بعض دفعہ جو رات کو
مجھے بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بعض لوگ اُسوقت اونگھتے ہوئے نظر آتے
ہیں اونگھنے والے کی صورت دیکھکر مجھے مضمون کی آمد بند ہو جاتی ہے بس یہ سخت
ناانصافی ہے کہ میں تو اپنا دماغ صرف کروں آپ کے لئے اپنا وقت خرچ کروں
ادہر تم اُسکی یہ قدر کرو کہ اپنی اپنی باتوں میں لگی رہو باتوں کے لئے ساری عمر پڑی ہے
جب میں چلا جاؤنگا پھر جتنی چاہے باتیں کرلینا) اسوقت جو آیت میں نے تلاوت
کی ہے یہ وہی آیت ہے جو پرسوں مردوں کے سامنے تلاوت کیگئی تھی۔ اسوقت
اُسی آیت کو اختیار کرنے کی چند وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ بعض مضامین اس آیت
کے متعلق اُس روز بیان سے رہ گئے تھے دوسرے یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ حق
تعالیٰ نے جسطرح مردوں کو کمال دین حاصل کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کا حکم
فرمایا ہے وہ حکم عورتوں میں بھی مشترک ہے گو خطاب صیغہ کے اعتبار سے بظاہر
مردوں کو ہے لیکن حکم مشترک ہے۔ پس کسی کو یہ خیال نہو کہ حق تعالیٰ کو مردوں
ہی کیطرف توجہ ہے عورتوں کا اعتناء نہیں ہے یہ وہم پہلے بھی ہو چکا ہے اور منشار
اس وہم کا صحیح ہے حدیث میں آتا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے حضور
صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم دیکھتی ہوں کہ حق تعالیٰ احکام میں مردوں
ہی کا ذکر فرماتے ہیں ہمارا (یعنی عورتوں کا) ذکر نہیں فرماتے ازواج مطہرات
کو یہ خیال اسلئے بھی ہوا کہ وہ صاحب زبان تھیں عربی زبان کو خوب سمجھتی تھیں
اور عربی میں مذکر و مؤنث کے لئے جدا جدا صیغے استعمال کئے جاتے ہیں تو انکو
تمام احکام میں مذکر صیغے دیکھکر یہ خیال پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ ہم کو خطاب نہیں
فرماتے نہ ہمارا ذکر فرماتے ہیں اور ہماری مستورات تو عربی زبان حاصل ہی نہیں
کرتیں اور یہ بھی ایک بڑی کمی ہے جسکا افسوس ہوتا ہے کیونکہ پہلے زمانہ میں عورتیں
بھی مثل مردوں کے عربی کی تحصیل کرتی تھیں تو عربی زبان سے ناواقف ہونے
کے سبب مذکر و مؤنث کے صیغوں کا فرق وہ نہیں سمجھ سکتیں اور اگر ترجمہ پڑھینگی

وجوہ اختیار آیت

عورتوں کو عربی پڑھنے کی ضرورت

تو اسمیں ان صیغوں کا اردو ترجمہ نظر سے گذریگا اور اردو میں خطاب کا صیغہ مردوں
و عورتوں میں مشترک ہی دونوں کے لئے الگ الگ صیغہ موضوع نہیں مثلاً واتقین
اللّٰہ ط و اتقوا اللّٰہ کا ترجمہ یکساں ہوگا دونوں جگہ اردو میں یہی بولتے ہیں
کہ خدا سے ڈرو - خواہ اسکے مخاطب مرد ہوں یا عورتیں - اسلیئے اوامر و نواہی
کے صیغوں میں وہ ترجمہ دیکھکر یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ یہ خطاب خاص مردوں کو
ہے - لیکن پھر بھی بعض جگہ اردو ترجمہ سے بھی مردوں کی تخصیص سمجھ میں آسکتی
ہے مثلاً یا ایہا الناس کا ترجمہ ہے اے لوگو! اور یا ایہا الذین آمنوا
کا ترجمہ اے ایمان والو! یہ لفظ اردو میں بھی مردوں کے لیئے مخصوص ہے
عورتوں کو اے لوگو یا اے ایمان والو کہکر ندا نہیں کر سکتے بلکہ انکو اگر خطاب
خاص ہوگا تو اے عورتو! یا اے ایمان والیو! کہا جائے گا پس ہر چند کہ اوامر
و نواہی کے صیغوں میں ترجمہ دیکھکر انکو تخصیص رجال کا وہم نہیں ہو سکتا مگر
ندا کے صیغوں میں انکو بھی وہم ہو سکتا ہے - اور ازواج مطہرات تو اس
فرق کو خطاب کے مواقع میں بھی سمجھتی تھیں اسلئے انکو نہایت محبت کیوجہ سے یہ خیال
پیدا ہوا کہ ہائے اللہ تعالیٰ ہم کو خاص طور پر خطاب نہیں فرماتے جیسا مردوں
کو خطاب فرماتے ہیں - دیکھئے وہ عورتیں کیسی ذہین تھیں اللہ اکبر! انکا کیسا مذاق تھا
اگر آجکل کی عورتوں جیسی وہ سست اور کم ہمت اور کام چور ہوتیں تو یوں سمجھتیں
کہ اچھا ہوا ہم ان احکام سے بچگئے کیونکہ ان میں تو خاص مردوں کو مخاطب بنایا
گیا ہے - مگر اس زمانہ میں مستورات کو اسکا وہم بھی نہیں ہوا کہ یہ احکام ہمارے
لیئے نہیں ہیں بلکہ وہ خوب سمجھتی تھیں کہ احکام سب کو عام ہیں بجز چند مخصوص
باتوں کے جنکا مردوں کیساتھ خاص ہونا دوسرے دلائل سے انکو معلوم
ہو گیا تھا اور ایسی خصوصیت عورتوں کے لیئے بھی ہے کیونکہ بعض احکام صرف
عورتوں ہی کیلیئے مخصوص ہیں مردوں کے لیئے نہیں ہیں اسکے علاوہ بقیہ احکام
میں جنکا کسی کے لیئے خاص ہونا دلائل سے معلوم نہوا تھا انہوں نے یہی سمجھا

کہ مردوں اور عورتوں سب کیلئے مشترک ہیں گو لفظاً خطاب خاص مردوں کو
کیا گیا ہے ۱۲) اور عموم احکام پر نظر کرکے پھر اُنکو یہ تمنا ہوئی کہ جب یہ احکام
سب کو عام ہیں تو ہمیں ہمارا تذکرہ بھی ہوتا تو اچھا تھا اُنکے دل نے اُس کو
گوارا نکیا کہ اللہ تعالیٰ تمام احکام میں مردوں کے واسطہ ہی سے اُنکو خطاب
فرماویں اُنکا جی چاہتا تھا کہ کبھی کبھی ہم کو مردوں سے جدا کرکے بھی خطاب
فرمادیا کریں اور وجہ اس تمنا کی یہ تھی کہ اُنکو خدا تعالیٰ سے محبت تھی (اور عاشق
کا دل چاہا کرتا ہے کہ اُسکا تذکرہ کبھی تو محبوب کی زبان پر آجایا کرے ع
ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے ۱۲ جامع)
خدا تعالیٰ کا کسی کو اپنے احکام کا مخاطب بنانا ایک بڑا شرف ہے جو مردوں کو
حاصل تھا تو ازواج مطہرات کو اسکی تمنا ہوئی کہ اس شرف سے ہم بھی محروم
نرہیں (اسوقت پردہ کے پیچھے سے بعض عورتوں کی کچھ آواز آئی حضرت حکیم الامۃ
نے فرمایا کہ بھائی باتیں کرنیسے طبیعت اُچاٹ ہوئی جاتی ہے مضمون گڑبڑ
ہو جاتا ہے اگر تم اپنی باتیں بند نہیں کرتیں تو پھر ہمسے کہدو ہم اپنی باتوں کو بند کردیں
ورنہ اسکی احتیاط رکھو اول تو اسوقت باتیں کرنا جائز نہیں جیسا کہ ابھی میں نے
حکم بتلایا تھا اور اگر کسی کی طبیعت باتوں سے نہیں رکتی تو بلند آواز سے تو
نکرو آہستہ ہی کرلو ۱۲) غرض وہ عورتیں دین کی عاشق تھیں وہ اپنے اوپر
بوجھ لادنا چاہتی تھیں وہ یہ نہ چاہتی تھیں کہ ہم احکام کے مخاطب نہ بنیں
تو اچھا ہے کیونکہ اُنکو دین کے ثمرات پر اطلاع تھی اور وہ جانتی تھیں کہ
دین کے ثمرات ایسے ہیں کہ اُن کے لئے محنت کرنا کوئی چیز نہیں اسی پر یہ
آیت نازل ہوئی فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ
مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ یعنی احکام میں کسی کی کچھ تخصیص نہیں
جو کوئی بھی عمل کرے مرد ہو یا عورت سب کو اجر ملے گا اور کسی کا عمل ضائع
نہوگا۔ باقی رہی خصوصیت خطاب کی وجہ سو وہ یہ ہے بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ

کہ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو پس حکم بھی دونوں کا یکساں ہے اسلئے ضرورت جدا خطاب کرنے کی نہیں اسکے بعد بعض جگہ خاص عورتوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے جیسے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ الخ میں دور تک ازواج مطہرات کو خطاب ہے اور وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ میں سب مسلمان عورتوں کو ایک خاص حکم کا مخاطب بنایا گیا ہے اس سے اُس وہم کا ازالہ من کل الوجوہ ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ مردوں کی طرح حق تعالیٰ کو عورتوں پر بھی عنایت ہے اور بعض جگہ مذکر و مؤنث کے دونوں صیغے مخلوط لائے گئے ہیں چنانچہ اس آیت میں اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (ترجمہ) بیشک اسلام کے کام کرنیوالے مرد اور اسلام کے کام کرنیوالی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانیوالی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اس آیت میں مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر دوش بدوش کیا گیا ہے اور گو عورتوں کی تمنا کا مقتضی یہ تھا کہ اس جگہ صرف عورتوں ہی کا ذکر ہوتا۔

مردوں کا ذکر اُن کی ساتھ مخلوط کیا جاتا مگر اس خلط ہیں اشارہ ہو گیا جواب کیطرف کہ چونکہ اکثر احکام مردوں اور عورتوں میں مشترک ہیں چنانچہ یہی احکام دیکھو کہ ان میں کسی کی کچھ تخصیص نہیں اسلئے عورتوں کا ذکر جدا کرنے کی ضرورت نہیں جو احکام مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے ہیں ۱۲ جامع) رہی یہ بات کہ ہر جگہ ایسا ہی کیوں نہ کیا گیا جیسا اس آیت میں دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ایک وجہ تصحیح کی۔ اور ایک وجہ ترجیح کی۔ تصحیح کی وجہ تغلیب ہے (تغلیب کے معنے یہ ہیں کہ ایک نوع کو دوسری نوع پر غلبہ دیکر ایک کو ذکر کر کے دونوں کا ارادہ کر لیا جائے ۱۲ جامع) مثلاً باپ ماں کو والدین یا ابوین کہا کرتے ہیں اسی طرح اہل عرب چاند اور سورج کو قمرین کہدیتے ہیں حالانکہ ابوین کا لفظی ترجمہ ہے دو باپ اور قمرین کا ترجمہ ہے دو چاند۔ ظاہر ہیں باپ ماں کو ابوین کہنا غلط معلوم ہوتا ہے اُنکو اَب و اُم کہنا چاہئیے اسیطرح چاند اور سورج کو قمرین کہنا بھی بظاہر غلط ہے اُنکو شمس و قمر کہنا چاہئیے لیکن چونکہ اس طرح عبارت طویل ہو جاتی ہے اسلئے اہل زبان اب و ام کی جگہ تغلیباً بغرض اختصار ابوین اور شمس و قمر کی جگہ قمرین کہدیتے ہیں اسیطرح اگر قرآن میں مردوں اور عورتوں کے لئے جدا جدا صیغہ استعمال کیا جاتا تو کلام میں طول ہو جاتا اسلئے تغلیباً صیغہ مذکر ہی میں مؤنث کو بھی داخل کر لیا گیا جس سے کلام میں اختصار پیدا ہو گیا۔ البتہ ایک دو جگہ عورتوں کے وہم مذکور کو دفع کرنے کے لئے اُنکے واسطے جدا صیغے بھی استعمال کئے گئے تاکہ اُنکی تسلی ہو جائے اور اتنی مقدار سے ایجاز کلام بھی فوت نہیں ہوتا۔ اور ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں تابع ہیں مردوں کی۔ ہر طرح سے خلقت کے اعتبار سے بھی چنانچہ آدم علیہ السلام کے ایک جزو سے حوا علیہا السلام کی پیدائش ہوئی ہے یعنی حق تعالیٰ نے اُنکی بائیں پسلی میں سے کوئی مادہ نکالا پھر اُس مادہ سے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا جس کا اثر

قرآن میں عورتوں کا ذکر مردوں کے تابع کیوں ہوا

عورتیں خلقۃً مردوں کا جزو ہیں اسی لئے مؤنث کمزور ہیں

یہ ہے کہ عورتیں عموماً مردوں سے خلقۃً کمزور ہوتی ہیں اُنکے تمام قویٰ جسمانی اور دماغی مردوں کی برابر نہیں ہوتے۔ نیز تربیت کے اعتبار سے بھی وہ مردوں کے تابع ہیں چنانچہ کمانا اور کھیتی کرنا تجارت کرنا محنت و مشقت کے کام کرنا مردوں کے متعلق ہے اور پکانا کھانا عورتوں کے متعلق ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی اصل یہ ہے کہ وہ پردہ دار ہوں اور تعلقات انتظامیہ کے لئے پردہ مانع ہے اسلئے امور انتظامیہ اُنکے متعلق نہیں ہو سکتے۔ انتظام کا تعلق مردوں ہی سے ہو سکتا ہے اسوجہ سے تمامتر تعلق انتظام کا مردوں کے سپرد کیا گیا پس جہاں دیگر انتظامات اُنکے متعلق ہیں وہاں عورتوں کی اصلاح کا انتظام بھی مردوں کے سپرد کیا گیا اور جب مردوں کے متعلق عورتوں کی اصلاح کا انتظام ہے تو وہ اُنکے سردار ہوئے اور یہ قاعدہ ہے کہ سلطنت کیطرف سے جو احکام صادر ہوا کرتے ہیں اُنکے مخاطب سردار ہوتے ہیں رعایا کو مخاطب نہیں کیا جاتا نہ اسکی کچھ ضرورت سمجھی جاتی ہے کیونکہ لوگ خود سمجھ لینگے کہ جب سردار ان احکام کے مخاطب ہیں تو چھوٹے بھی اُنکی ساتھ ضرور شریک ہیں پھر سردار اپنے ماتحت لوگوں کو اُن احکام کی اطلاع بھی کر دیتے ہیں اور اُن سے کام بھی لیتے ہیں اسیطرح قرآن میں اکثر مردوں کو احکام کا مخاطب بنایا گیا ہے چونکہ وہ عورتوں پر سردار ہیں تو اُنکے مخاطب ہونیسے عورتوں کا اُن احکام میں شریک ہونا خود سمجھ میں آجاتا ہے پھر مردوں کے ذمہ ہے کہ وہ عورتوں کو احکام سے بھی اطلاع کریں اور اُنسے کام بھی لیں۔ کیونکہ سرداروں کے ذمہ یہ کام ہمیشہ ہوتا ہے کہ اپنے ماتحت لوگوں کو احکام سلطنت سے مطلع کرتے رہیں اور اُنسے کام لیں اگر وہ اسمیں کوتاہی کرینگے تو اُنسے بھی بازپرس ہوگی۔ افسوس ہے کہ آجکل مردوں نے یہ بات تو یاد کر لی ہے کہ ہم عورتوں کے سردار ہیں مگر اُنکو یہ خبر نہیں کہ سردار کے فرائض کیا ہوتے ہیں وہ نہ تو عورتوں کو احکام سے مطلع کریں اور مطلع کریں کسطرح سردار صاحب کو خود ہی خبر نہیں اور نہ اُنسے کام لیں یعنی جنکو احکام معلوم بھی

مرد عورتوں کے سردار ہیں

مردوں کے ذمہ عورتوں کو احکام کی اطلاع کرنا ہے

ہیں اور وہ عورتوں کو احکام سے مطلع بھی کرتے ہیں وہ اسکی نگہداشت نہیں کرتے کہ ہمارے گھروں میں اُن احکام پر عمل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ غرض جو احکام ایسے ہیں جنمیں اشتراک کی خاصیت ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ اُن میں مردونکو خطاب کافی ہے اس تمہید کے بعد یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ اس آیت میں جو کہ میں نے اسوقت تلاوت کی تھی جسطرح حق تعالیٰ نے مردوں کو تکمیل دین کا حکم فرمایا ہے اسیطرح وہ حکم عورتوں کے لئے بھی ہے اور جو طریق کمال دین کے حاصل کرنے کا مردوں کے لئے اُسمیں مذکور ہے وہ طریق عورتوں کے لئے بھی ہے پس حق تعالیٰ فرماتے ہیں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (ترجمہ) اے ایمان والو! تقوی اختیار کرو (خدا سے ڈرو) اور سچے لوگوں کیساتھ ہو جاؤ۔ یہ تو اس آیت کا ترجمہ ہے اور پہلے بیان میں اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیا گیا ہے کہ تقوے اور صدق سے کمالِ دین مراد ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اے مسلمانو! دین میں کمال حاصل کرو اور کاملین کے ساتھ رہو پس اسمیں اولاً حق تعالیٰ نے تکمیلِ دین کا حکم فرمایا ہے پھر اُس کا طریق بتلایا ہے کہ دین میں کامل ہونیکا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ راسخ فی الدین ہیں اُنکی صحبت حاصل کرو کیونکہ کاملین کی صحبت سے اعمال میں سہولت بھی ہوتی ہے اسطرح سے کہ اُنکی برکت سے تقاضائے نفس مضمحل ہو جاتا ہے جو کہ اکثر اعمال میں مزاحم ہوتا ہے۔ نیز اُنکی صحبت سے طریق عمل بھی معلوم ہو جاتا ہے

ع احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اس آیت سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب تک دنیا میں قرآن اور اسلام کا وجود ہے اُس وقت تک ہر زمانہ میں کاملین کا بھی وجود ضرور رہیگا کیونکہ جب تک دنیا میں قرآن ہے اُسوقت تک ہر شخص اس آیت کا مخاطب ہے اور اس آیت میں کمالِ دین کا طریقہ صحبت کاملین بتلایا گیا ہے بصورت امر جسکا امتثال بدون تحقق کاملین کے نہیں ہو سکتا اور اوامر شرعیہ کیلئے متعذر الامتثال ہونا خلاف اصل ہے اسلئے یہ مدعیٰ ثابت ہو گیا کہ ہر زمانہ میں کاملین کا وجود ضرور رہیگا گو وہ قلیل ہی ہوں پس جو لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ صاحب آجکل اہل کمال کہاں ہیں

فائدہ: کمال کے لئے صحبت اہل کمال ضروری ہے

کہ کس عمل کو کسطرح ادا کرنا چاہیئے۔ یہ بات محض مسائل جاننے سے حاصل نہیں ہوتی جبتک کسی کو عمل کرتے ہوئے نہ دیکھا جاوے اور یہ بات کچھ دین ہی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیوی کاموں میں بھی طریق عمل معلوم کرنیکے لئے اہل کمال کی صحبت ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یوں چاہے کہ محض کتاب دیکھکر قسم قسم کے کھانے پکانے سیکھ لے تو ایسا نہیں ہو سکتا جبتک وہ کسی ماہر فن سے ہر کھانے کی ترکیب عملی نہ سیکھیگا اُسوقت تک کبھی اُسکو کھانا پکانیکا طریقہ معلوم نہوگا اور اگر کسی نے کتاب دیکھکر عمل شروع بھی کردیا تو اُسکو قدم قدم پر دشواریاں پیش آئینگی چنانچہ جب چاہے اسکا تجربہ کرلیا جائے اور یہی حال ہر عمل کا ہے کہ محض ترکیب جان لینے سے کسی عمل میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اُستاد سے سیکھنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے پس دین میں بھی کمال حاصل کرنا صحبت کاملین پر موقوف ہے عادۃ اللہ اسیطرح جاری ہے پس میں نے اسی آیت کو عورتوں میں اسلئے پڑھا ہے کہ دو شبہے مرتفع ہو جائیں ایک آرام طلب عورتوں کا شبہ کہ وہ یوں نہ سمجھیں کہ یہ حکم مردوں ہی کے لئے مخصوص ہے کیونکہ وہی اسکے مخاطب ہیں اور ہم اس سے بچے ہوئے ہیں چنانچہ اکثر عورتوں کا یہ خیال ہے کہ بس خدا نے ہم کو تو کھانا پکانے اور سینے پرونے ہی کے لئے پیدا کیا ہے دین کا کمال حاصل کرنا ہمارا کام نہیں بلکہ مردوں کا کام ہے۔ دوسرے خدا طلب عورتوں کا شبہ کہ وہ اپنے دل میں یوں نہ کہیں کہ بس خدا تعالیٰ کو مردوں ہی پر عنایت ہے ہم کو منہ بھی نہ لگایا۔ ان دونوں شبہوں کا جواب میں نے دیدیا ہے کہ مردوں کو خطاب کرنا اسواسطے نہیں کہ عورتیں ان احکام سے مستثنیٰ ہیں اور نہ اسواسطے ہے کہ حق تعالیٰ کو عورتوں پر عنایت نہیں بلکہ خصوصیت خطاب کا منشا کچھ اور ہے جسکو میں مفصلاً بیان کرچکا ہوں پس عورتوں کو جان لینا چاہیئے کہ اُنکو بھی حق تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنا دین کامل کرو ہرچند کہ مقصود اتنے ہی بیان سے پورا ہو گیا کیونکہ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ اسمیں دو حکم

کامل کرنے کا حکم ہے اب ہر شخص دیکھ لے کہ دین کیا ہے اور اُسکے کیا کیا اجزا ہیں اسکے بعد سب کاموں کو طریقہ شرعیہ کے موافق بجالانا شروع کردے بس دین کامل ہو جائیگا مثلاً نماز دین کا کام ہے اُسکا کمال یہ ہے کہ اچھی طرح پڑھو وقت پر پڑھو جلدی جلدی نہ ادا کرو اطمینان وسکون کیساتھ پڑھو۔ ایسے ہی زکوۃ دین کا کام ہے اور اُسکے کمال کا طریقہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد فوراً ادا کرو اور خوشی سے ادا کرو بیگار مت سمجھو۔ نیز ریا و نمود سے بچو محض رضاء حق کو مقصود سمجھو پس دین کے کام اکثر لوگوں کو معلوم ہیں اور اُنکے کمال کا طریقہ مسائل پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر میں اسوقت اجزاء دین کی تفصیل بیان کروں اور ہر اک کے کمال کا طریقہ جدا جدا بتلاؤں تو اسکے لئے عمر طویل بھی کافی نہیں لیکن مقصود کی تعیین تفصیل پر موقوف نہیں اجمالاً سب کو دین کے کاموں کا علم ہے اور اُنکے کمال کا طریقہ دریافت کرنیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن اب مجھکو عورتوں کی غفلت کی شکایت کرنا باقی ہے کہ افسوس اُنکو دنیا کی تکمیل کا تو خیال ہے دین کی تکمیل کا مطلق خیال نہیں میرا مقصود یہ ہے کہ عورتوں کو دین کی تکمیل سے بھی غافل نہونا چاہئے جیسا کہ اُنکو اپنے زیور کپڑے اور مکان کی ضروریات کی تکمیل سے کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی اور وقتاً فوقتاً مردوں سے اُسکے متعلق فرمائشیں کرتی رہتی ہیں اور اگر مرد کسیوقت کسی فرمائش کو غیر ضروری بتلاتی ہیں برتنوں اور مکان کی ضرورتوں کے متعلق اختلاف ہونے لگتا ہے کہ مرد یوں کہتے ہوں کہ ان چیزونکی ضرورت نہیں اور مستورات کے نزدیک اُنکی ضرورت ہو تو ایسے موقع پر عورتیں کہدیا کرتی ہیں کہ تم کو ان چیزوں کی کیا خبر تمکو گھر میں رہنا تھوڑا ہی ہے اسکو تو ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں اور بعض دفعہ تو عورتوں کا یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کیونکہ واقعی مردوں کو ان ضرورتوں کا علم پوری طرح نہیں ہوتا اور بعض دفعہ اس اختلاف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مردوں میں قناعت کا مادہ عورتوں سے زیادہ ہے مرد تھوڑے سے سامان میں بھی گذر کر لیتا ہے اور عورتوں میں قناعت

عورتوں کی غفلت کی شکایت

مردوں اور عورتوں کے اختلاف کی وجہ

کا مادہ ہے ہی نہیں انکی طبیعت میں بکھیڑا بہت ہے اُنسے تھوڑے سامان میں گذر ہوتا ہی نہیں جب تک سارا گھر سامان سے بھرا بھرا نظر نہ آوے۔ مردوں کے نزدیک تو ضرورت کا درجہ یہ ہے کہ جسکے بغیر تکلیف ہو سو اتنا سامان تو اکثر متوسط الحال لوگوں کے گھروں میں بحمد اللہ موجود ہوتا ہی ہے اسلئے مردوں کو اُس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں اگر خدا وسعت دے تو اسکا بھی مضائقہ نہیں کہ اتنا سامان جمع کر لیا جاوے جس سے زیادہ راحت نصیب ہو۔ یہ درجہ مردوں کے نزدیک کمال کا مرتبہ ہے مگر عورتوں کے نزدیک ضرورت کا درجہ تو کوئی چیز ہی نہیں مرد جسکو ضرورت کا درجہ سمجھتے ہیں وہ عورتوں کے نزدیک قلت اور تنگی کا درجہ ہے انکے نزدیک ضرورت کا درجہ وہ ہے جسکو مرد کمال کا درجہ سمجھتے ہیں اور کمال کا درجہ وہ ہے جو حقیقت میں ہوس کا درجہ ہے۔ اور اسکا منشا یہ ہے کہ عورتوں میں ناشکری کا مادہ زیادہ ہے اگر خدا تعالیٰ انکو ضرورت کے موافق سامان عطا فرما دیں تو یہ اُسکو غنیمت نہیں سمجھتیں نہ اسپر خدا کا شکر کرتی ہیں بلکہ ناشکری کرتی رہتی ہیں کہ ہائے ہمارے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ حدیث میں بھی انکی اس صفت کا تذکرہ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناشکری کا مادہ عورتوں میں ہمیشہ سے ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رایت منک خیرا قط" کہ اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر اچھا برتاؤ کرتے رہو پھر کبھی ایک دفعہ کوئی خلاف مزاج بات دیکھ لے تو وہ یوں کہنے لگی کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی بس ذرا سی بات میں ساری عمر کا احسان فراموش کر جاتی ہیں۔ جہاں کسی بات ان کو شوہر کے گھر میں کھانے پہننے کی تنگی ہوئی اور انہوں نے اُسکو منہ پر لانا شروع کیا کہ اس نگوڑے گھر میں آکر تو میں نے سدا تنگی ہی دیکھی باپ ماں نے مجھے جان بوجھکر کنوئیں میں دھکا دیدیا میں نے اس منحوس گھر میں کیا آرام دیکھا۔ غرض جو منہ میں آتا ہے بکے چلی جاتی ہیں اور اسکا ذرا خیال نہیں کرتیں کہ آخر اسی گھر میں ساری عمر میں نے عیش برتا ہے مجھے

اُسکو نہ بھولنا چاہیئے اور خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اُسنے کلفت آج ہی دکھلائی اور زیادہ زمانہ عیش میں گذارا۔ سو عورتوں میں چونکہ ناشکری کا مادہ زیادہ ہے اسلیئے اُنکو تھوڑے سامان پر قناعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض عورتوں کے پاس سال بھر کے کپڑے موجود ہوتے ہیں جو صندوق میں بھرے رکھے ہیں پر لیکن پھر بھی کیا مجال ہے کہ پھیری والا بزاز انکے گھر کے سامنے سے خالی گذر جائے جہاں بزاز کی آواز سنیں گی فوراً اُسکو دروازہ پر بُلا کر اور کپڑا بھڑوالینگی۔ برتن گھر میں ضرورت سے زیادہ موجود ہونگے مگر پھر بھی ان کی فرمائشوں کا سلسلہ ختم نہوگا۔ واعظوں کا بیان بڑا چٹخے دار ہوتا ہے۔ دہلی میں مولانا عبدالرب صاحب رحمۃ ایک واعظ تھے وہ عورتوں کی اس صفت کو بڑے چٹخے دار فقروں میں بیان کیا کرتے تھے کہ ان عورتوں کی یہ عادت ہے کہ انکے پاس چاہے کتنے ہی کپڑے ہوں مگر جب پوچھیئے کہ تمھارے پاس کتنے کپڑے ہیں تو یوں ہی کہینگی کہ میرے پاس کیا ہیں دو چیتھڑے اور جوتوں کے چاہے کتنے ہی جوڑے ہوں مگر جب پوچھو یوں ہی کہینگی کیا ہیں دو لیترے اور برتن چاہے کتنے ہی ضرورت سے زیادہ ہوں مگر جب پوچھو یوں ہی کہیں گے کیا ہیں دو ٹھیکرے۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کا لطیفہ ہے مگر حقیقت میں عورتوں کی عادت کا فوٹو انہوں نے خوب کھینچا غرض انکو دنیا کی تکمیل کی بہت زیادہ فکر ہے ہر وقت اسی دُھن میں رہتی ہیں اُن کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی زیور کی حرص کا یہ حال ہے کہ بعض عورتیں سر سے پیر تک لدی پھدی رہتی ہیں مگر پھر بھی بس نہیں اگر نیا زیور نہ بنوا سکینگی تو پہلے ہی زیور کی توڑ پھوڑ میں روپیہ برباد کرتی رہیں گی آج ایک زیور بڑے شوق سے بنوایا تھا کل کو کسی عورت کے پاس وہی زیور دوسرے نمونہ کا دیکھ لیا تو اب اُسکو توڑ پھوڑ کی بیکلی لگتی ہے کہ میں بھی اُسی نمونہ کا بنواؤں گی مگر آجکل کچھ دنوں سے نو عمر لڑکیوں میں زیور کا شوق کم ہو گیا ہے۔ یہ نیا فیشن چلا ہے کہ نو عمر لڑکیاں آجکل کان وغیرہ ننگے رکھتی ہیں یہاں بھی یہ اثر ضرور ہوگا یہاں کی مجھکو

عورتوں میں حرص بھی زیادہ ہے

زیادہ تحقیق نہیں مگر جب قصبات میں یہ اثر پہونچگیا ہے تو شہروں میں بھی ضرور ہوگا چاندی کا زیور تو آجکل عیب شمار ہونے لگا یہ تو نیچوں جلاہیوں کا زیور رہگیا۔ شرفا کی لڑکیاں صرف سونیکا زیور پہنتی ہیں وہ بھی صرف کانوں میں دو ہلکے ہلکے بندے ہیں اور سارا بدن زیور سے ننگا ہے۔ ہاں پیروں میں کچھ چاندی بھی ڈال لیتی ہیں کیونکہ وہ حقیر چیز ہے پیروں ہی میں رہنی چاہیئے تو آجکل زیور میں لڑکیوں نے اختصار کرلیا ہے اور اس مذاق کی ابتدا میموں کے اتباع سے ہوتی ہے۔ میمیں زیور نہیں پہنتیں کیونکہ اُنکی قوم میں اسکا رواج نہیں۔ حکمران قوم ہے اُنکو دیکھ دیکھکر ہندوستانی عورتوں میں بھی یہ مذاق پیدا ہوگیا اور اُنکو میموں کا طرز اسطرح معلوم ہوا کہ آجکل جابجا شفاخانے کھلے ہوئے ہیں جن میں زنانے شفاخانے بھی ہیں ہندوستانی عورتیں وہاں جاکر میموں کا علاج کراتی ہیں اس ذریعہ سے اُنکے پاس آمدورفت ہوتی ہے اور جو زیادہ وسعت والے ہیں وہ میموں کو اپنے گھروں پر بلاتے ہیں۔ دوسرے آجکل ریلوں میں بھی عورتیں سفر کرتی ہیں اسٹیشنوں پر میمیں نظر پڑجاتی ہیں علم اجمالی تو اسطرح حاصل ہوا۔ پھر تفصیلی علم شفاخانوں میں جاکر یا اُنکو گھر پر بلانے سے ہوگیا پھر بعض عورتوں پر تو میموں کا اثر بلا واسطہ ہوا اور بعض پر بواسطہ ہوا کہ ایک نے تو میموں کو دیکھکر اُنکا طرز اختیار کیا پھر اسکو دیکھ دیکھکر دوسریوں نے اپنا رنگ بدلا۔ لوگ اس میں احتیاط نہیں کرتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو عورتیں ہیں انسے کیا احتیاط اسلیئے بے تکلف میموں سے علاج کراتے ہیں حالانکہ میمیں مردوں سے زیادہ قابل احتیاط ہیں کیونکہ مردوں سے تو مردوں کو سابقہ پڑتا ہے اور مردوں میں تاثر کا مادہ کم ہے وہ اُن کی باتوں سے متاثر بہت کم ہوتے ہیں اور میموں سے عورتوں کو سابقہ پڑتا ہے اور اُن میں تاثر کا مادہ زیادہ ہے یہ ہر نئی چیز سے بہت جلد متاثر ہوتی ہیں پھر میموں کی طرز تقریر میں ایک خاص بات ہوتی ہے جو ہندوستانی عورتوں میں نہیں ہوتی اسلیئے وہ میموں کی باتوں سے بہت جلد متاثر ہوجاتی ہیں چنانچہ ایک دیندار عورت نے

میموں سے مسلمان عورتوں کو اجتناب لازم ہے

ایک دیندار عورت کا قصہ

اس حقیقت کو خوب سمجھا اُسکی آنکھ میں کچھ نقصان تھا ڈاکٹر کو آنکھ دکھانے سے وہ انکار کرتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ آنکھ ہی کی تو شرم ہے جب غیر مرد کے سامنے آنکھ ہوگئی پھر پردہ کاہے کا رہا پھر اُسنے ایک میم کو اپنی آنکھ دکھائی اُسنے دیکھکر کہا کہ میں اس علاج میں ماہر نہیں ہوں تمکو ڈاکٹر صاحب کو آنکھ دکھانا چاہیئے۔ اُس نے ڈاکٹر کو دکھانے سے انکار کیا اسپر میم نے ایسی تقریر کی کہ اُنکی رائے فوراً بدلگئی اور ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے تیار ہوگئیں پھر اُنکو تنبیہ ہوا اور عہد کیا کہ اب ساری عمر بھی ان میموں کا منہ کبھی نہ دیکھونگی کہ اس ساحرہ نے تو میری عمر بھر کی غیرت و حیا کو ایک منٹ میں اپنی تقریر سے مغلوب کردیا کہ اسوقت مجھے ڈاکٹر کے سامنے آنیسے بھی غیرت مانع نہوتی تھی انکا کیا اعتبار یہ ظالم تو اپنی تقریر سے کسی کا دین بھی بدلدیں تو تعجب نہیں۔ صاحبو! اس بات کو معمولی نہ سمجھو اسکی بہت احتیاط ضروری ہے خصوصاً یہ جو مشن کی میمیں ہیں انسے تو بہت ہی احتیاط لازم ہے یہ اپنے مذہب کی تبلیغ بڑی باریکی سے کردیتی ہیں کہ سننے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا مگر اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے ذہن میں انکے مذہب سے نفرت نہیں رہتی اور بعض دفعہ تو علاج کے ساتھ ساتھ وہ مذہبی گفتگو بھی صاف صاف کرتی رہتی ہیں میں نے بہت واقعات ایسے سنے ہیں کہ بعض عورتوں نے میموں کا علاج شروع کیا پھر اُن پر ایسا اثر پڑا کہ کمبختوں نے دین بدلدیا۔ بعض نے دین نہیں بدلا تو پردہ کرنا چھوڑدیا اور بعض نے لباس اور زیور وغیرہ میں انکا طرز اختیار کرلیا ہے یہ تو سب سے ادنیٰ اثر ہے اور اب روز بروز اسکی زیادتی ہے علاج کرانے کا کافر عورت سے مضائقہ نہیں مگر اس میں چند باتوں کا خیال رکھیں۔ (۱) انسے بجز علاج معالجہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔ (۲) ضرورت سے زیادہ میل جول نہ بڑھاویں انسے بہناپا نہ کریں آجکل تو غضب یہ ہے کہ جس گھر میں ایک دفعہ میم صاحبہ کا قدم آجاتا ہے پھر وہ روز کے روز اُسی میں گھری نظر آتی ہیں اگر وہ خود بھی نہ آئی تو گھر والیاں بلاتی ہیں اسکی بہت سختی

کیساتھ بندش کرنی چاہیئے۔ (۳) اگر وہ مذہبی باتیں شروع کرے تو فوراً روکدینا چاہیئے یا کم از کم سننا نہ چاہیئے اور اگر وہ کسی بات کا جواب مانگے تو صاف کہدو کہ شہر میں علماء موجود ہیں تم اُنسے جاکر کہو وہ تم کو ہر بات کا جواب دینگے۔ (۴) اور ایک بات خاص ایسی ہے جس کی طرف اکثر عورتیں تو کیا خاص خاص مرد بھی توجہ نہیں کرتے وہ یہ کہ جن مواضع جسم کا چھپانا محرم مرد سے فرض ہے کافر عورتوں سے بھی اُنکا چھپانا فرض ہے مثلاً سر کا کھولنا یا گلا کھولنا نامحرموں کے سامنے جائز نہیں ان مواضع کا کھولنا کافر عورت کے سامنے بھی بلا ضرورت معالجہ کے حرام ہے البتہ اگر ان مواضع کو علاج کی غرض سے کھولنا پڑے تو جائز ہے لیکن بلا ضرورت ہرگز نہ کھولنا چاہیئے جسکی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے او نسآئھن اس سے پہلے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنکے سامنے عورتوں کو آنا جائز ہے چنانچہ ارشاد ہے لا جناح علیھن فی آبائھن ولا ابنائھن ولا اخوانھن ولا ابناء اخوانھن ولا ابناء اخواتھن ولا نسائھن ولا ما ملکت ایمانھن واتقین اللّٰہ ان اللّٰہ کان علی کل شیء شھیدا ۵ اور سورہ نور میں ارشاد ہے ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن الآیۃ (ترجمہ) اور اپنی زینت (کے مواقع) کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر (خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی اور چچازاد ماموں زاد بھائی وغیرہ مراد نہیں) یا اپنے بھائیوں کی اولاد پر یا اپنی بہنوں کی اولاد پر (یہاں بھی حقیقی و علاتی و اخیافی بہنیں مراد ہیں چچازاد خالہ زاد ماموں زاد بہنیں مراد نہیں) یا اپنی عورتوں پر (مراد مسلمان عورتیں ہیں کیونکہ وہی اپنی کہلاتی ہیں) یا اپنی باندیوں پر (مطلقاً خواہ کافر ہوں یا مسلمان) الآیۃ۔ تو ان آیتوں میں یہ

نہیں فرمایا او النساء اگر اسطرح فرماتے تو یہ مطلب ہوتا کہ مسلمان عورتوں کو سب عورتوں کے سامنے آنا اور اپنے مواقع زینت کا کھولنا جائز ہے بلکہ حق تعالی نے او نسائھن فرمایا ہے جسکا ترجمہ ہے اپنی عورتیں اور باتفاق مفسرین اپنی عورتیں وہی ہیں جو مسلمان ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ مسلمان عورتوں کو مسلمان عورتوں کے سامنے اپنی زینت کے مواقع کا کھولنا جائز ہے کافر عورتوں کے سامنے گلا اور سر اور کلائیاں اور پنڈلیاں کھولنا جائز نہیں اسمیں بکثرت مستورات مبتلا ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ عورتوں سے کیا پردہ حالانکہ شریعت میں کافر عورتوں کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے میموں سے تو انکو کبھی کبھار ہی واسطہ پڑتا ہے مگر اکثر بھنگنوں چمارنوں یا کنجڑنوں یا پٹھونوں سے بہت واسطہ پڑتا ہے یہ عورتیں رات دن گھروں میں گھسی رہتی ہیں انسے بہت کم احتیاط کیجاتی ہے سو خوب سمجھ لو کہ یہ عورتیں مثل اجنبی مرد کے ہیں انکے سامنے بدن کا کھولنا ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر مردوں کے سامنے بدن کھولنا پس ان سے تمام بدن کو احتیاط کیساتھ چھپاؤ۔ صرف منہ اور قدم اور گٹے تک ہاتھ کھولنا انکے سامنے جائز ہے باقی تمام بدن کا چھپانا فرض ہے خصوصاً سر کھولکر گھر میں پھرنے کا عورتوں کو زیادہ مرض ہے تو ان عورتوں کے آنے کیوقت تمام سر کو چھپا لینا چاہیئے کہ بال تک بھی اُنکو نظر نہ آویں اسکی طرف عورتوں کو بالکل التفات نہیں جسکا سبب یہ ہے کہ اُنکو احکام کی طرف توجہ کم ہے دنیا ہی میں ہر وقت لگی رہتی ہیں اُنکو اپنے زیور کپڑے سے اتنی بھی فرصت نہیں ملتی کہ تھوڑی دیر کے لئے کوئی کتاب مسائل کی پڑھ لیا کریں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان میموں وغیرہ سے عورتوں کو بچنا چاہیئے بلا ضرورت انسے ہرگز نہ ملیں نہ اپنے گھر پر بلاویں اور اسکا پورا انتظام مردوں کو کرنا چاہیئے ان عورتوں کے اختلاط کا بہت بڑا نتیجہ ہے مستورات کو ان کی اوضاع و اطوار سے بچنا چاہیئے چنانچہ انہی کے اوضاع میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ نو عمر لڑکیوں کو زیور کا خیال کم ہو گیا ہے اسکا منشا کفایت شعاری ہرگز نہیں کیونکہ پہلی ساری کفایت شعاری زیور ہی میں

رہگئی اچھا کپڑوں میں کفایت شعاری کیوں نہیں کی جاتی - جو لڑکیاں زیور کم پہنتی ہیں وہ کپڑوں میں بڑی رقم صرف کرتی ہیں اسی طرح گھر کی آرائش اور زینت میں بھی خرچ کی پروا نہیں کرتیں اس سے معلوم ہوا کہ انکا مقصود محض میموں کا اتباع ہے جس چیز میں وہ رقم صرف نہیں کرتیں اُس میں یہ بھی صرف نہیں کرتیں اور جس میں اُنکو زیادہ غلو ہے اُس میں یہ بھی خرچ کی پروا نہیں کرتیں - بلکہ یہ مذاق اسدرجہ غالب ہوا ہے کہ جن عورتوں میں مالی وسعت زیادہ بھی نہیں ہے وہ معمولی کپڑوں اور معمولی زیوروں ہی میں ایسی تراش خراش کرتی ہیں اور ایسی وضع سے اُنکو بناتی ہیں جس سے وہ میم کی طرح نظر آنے لگیں - پس ایسی حالت میں انکو زیور کا خیال کم ہونا کچھ باعثِ مسرت نہیں بلکہ یہ تو اسکا مصداق ہوگیا ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اگر یہ اپنی پرانی وضع پر قائم رہیں پھر زیور کا شوق کم کردیں اُسوقت البتہ خوشی کی بات ہے اور جن لڑکیوں میں یہ مذاق نہیں آیا اُنکی حالت یہ ہے کہ زیور سے کسی وقت اُنکا پیٹ ہی نہیں بھرتا کانوں میں بالے بھی ہیں بالیاں بھی ہیں پتے بھی ہیں اُنکو کچھ حس ہی نہیں کہ اس سے کان ٹوٹیں گے یا کیا ہوگا چاہے کان جھک پڑیں مگر اُنکو سب زیور لادنا فرض ہے - ناک میں نتھ بھی ہے اور لونگ بھی ہے پھر چاہے لونگ سے ناک میں آگ ہی لگ جائے مگر کیا مجال جو کسی وقت اُتر لے - بلکہ اس زیور کے شوق میں انکو ساری مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں - یعنے کان چھدوانے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر لڑکیاں ہنسی خوشی سب کام کرلیتی ہیں بلکہ اگر کوئی اُلٹے یہ کہے کہ کان پھدوا کر کیا لو گی خواہ مخواہ تکلیف اپنے سر مول لیتی ہو کان مت چھدواؤ تو اُس سے لڑنے کو تیار ہو جاتی ہیں - میرے ایک دوست ہیں اُنکو اپنی لڑکی سے بہت محبت تھی ایک دن وہ مجھسے کہنے لگے کہ اگر میں اس بچی کے

اکان نہ چھدواؤں تو کچھ حرج تو نہیں مجھے اسکی تکلیف سے بہت تکلیف ہوتی ہے میں نے کہدیا کہ نہیں حرج کیا ہوتا یہ خبر کہیں اُس لڑکی کو پہونچ گئی مجھپر بڑی خفا ہوئی کہ اپنی بیوی اور ماں بہن کو نہیں دیتے بھلا یہ مسئلہ میرے ہی واسطے نکالا پہلے اپنے گھر والوں کو اسکی تعلیم دی ہوتی میں تو ضرور کان چھدواؤنگی۔ وہ دوست میرے پاس آئے کہ صاحب اُس لڑکی نے وہ بات سن لی تو آپ پر بڑی خفا ہوئی۔ میں نے کہا بھائی تم اُسکے ایک ایک کی جگہ دو دو سوراخ کرا دو۔

ایک بنیئے کی بیوی کا قصہ

ایک بنئے کا قصہ مشہور ہے کہ اُسنے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا سل کا باٹ اوٹھالا اُسنے کہا مجھسے سل کا باٹ کیونکر اُٹھے گا بھاری پتھر ہے کہیں میری کمر میں لچک نہ آجاوے اُس نے پتھر تو خود اوٹھا لیا لیکن سل کو کسی بہانہ سے باہر لیگیا اور ایک سنار کو بلا کر کہا کہ اس سل کے اوپر سونے کے پتر خوبصورتی کے ساتھ جڑ دے اور اُس میں ایک مضبوط زنجیر ڈالدے۔ جب وہ تیار ہو کر آگئی تو اُسی بیوی کو لاکر دی کہ لو ہمنے تمہارے واسطے ایک ہنیکل بنوایا ہے اسے پہن لو تو اُسنے خوش ہو کر اُسے گلے میں ڈال لیا اور گلے میں لٹکائے پھرنے لگی گردن بوجہ سے جھکی جاتی تھی مگر زیور کے شوق میں سب تکلیف گوارا تھی اسکے بعد بنئے نے نکال جوتہ خوب خبر لی کہ کمبخت اُس روز تو تجھسے سل کا باٹ بھی نہ اوٹھتا تھا اور آج تو اوسی سل کو گلے میں لٹکائے پھرتی ہے آج تیری کمر میں کچھ نہیں ہوتا۔ خیر یہ قصہ تو گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر جسنے تصنیف کیا ہے اُسنے عورتوں کے مذاق کو خوب سمجھا ہے حقیقت میں اُنکو زیور کی حرص ایسی ہی ہے کہ اگر سونے کا زیور بہت بھاری بھی ہو تو یہ کبھی اُسکے پہننے سے انکار نکریں گو گردن اور گلا کیسا ہی دکھتا رہے۔ اور یوں تو عورتوں میں زیور کپڑے کی حرص طبعی طور پر ہوتی ہی ہے لیکن آپس میں ملنے ملانے سے یہ حرص اور بڑھ جاتی ہے اُنکا آپس میں ملنا جلنا بڑا غضب ہے ایک دوسری کو دیکھکر رنگ بدلتی ہے اگر کسی کو خدا تعالیٰ نے زیور اور کپڑا حیثیت کے موافق دے رکھا ہو تو وہ اوسی وقت

آپس میں عورتوں کا ملنا حرص کو بڑھاتا ہی

تک خوش ہے جب تک برادری کی بہنوں میں نہ جائے اور جہاں برادری میں نکلنا
ہوا پھر انکی نظر میں اپنا زیور اور کپڑا حقیر معلوم ہونے لگتا ہے وہ مردوں کا زیور دیکھکر
اُنکا دل للچاتا ہے کہ ہمارے پاس بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اور اسمیں اپنی حیثیت
پر بھی اُنکو نظر نہیں ہوتی کہ جسکے پاس ہمسے زیادہ زیور ہے اُسکی حیثیت کیا ہے
جسکے مرد کی آمدنی پچاس روپئے ماہوار ہے وہ بھی برابری کرتی ہے اُس کی جسکے
مرد کی آمدنی ہزار روپیہ ماہوار ہے۔عورتوں پر ملنے جلنے کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ سہارنپور
میں ایک کوٹ انسپکٹر تھے جنکی تنخواہ چار سو پانچسو روپئے ماہوار تھی مگر انکی عادت
یہ تھی کہ ساری تنخواہ اپنے غریب رشتہ داروں میں خرچ کرتے تھے گھر میں کم رکھتے
تھے۔اُنکی بیوی کے پاس زیور کا ایک چھلا بھی نتھا نہ گھر میں کوئی خادمہ تھی بیچاری
اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھی اور خود ہی پکاتی تھی اور اسی حالت میں خوش تھی
میرے ایک عزیز بھی اُس زمانہ میں سہارنپور میں ملازم تھے اور انکا مکان کوٹ انسپکٹر
صاحب کے مکان سے متصل ہی تھا وہ اپنی بیوی کو کسی کے یہاں بھیجتے نہ تھے
مگر ایک دفعہ ان عزیز کے گھر والوں کے اصرار پر اُنہوں نے ملنے کی اجازت دی
وہ جو یہاں آئی تو اُسنے یہاں باندیوں کو بھی اپنے سے اچھا پایا انکے پاس بھی
کچھ زیور تھوڑا بہت تھا اور کوٹ انسپکٹر کی بیوی کے پاس چھلا تک نتھا بس یہاں سے
جاکر اُسنے اپنے میاں کی خوب خبر لی کہ واہ سررشتہ دار صاحب کی تنخواہ بھی تم سے
کم ہے پھر بھی اُنکے گھر والے زیوروں میں لدے پھدے ہیں اور میں بالکل ننگی ہوں
اور ان کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایک کام بھی نہیں کرتیں ایک چھوڑ کئی کئی باندیاں
ہیں سارا کام وہی کرتی ہیں اور میں سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں اب تو
مجھسے اسطرح نہیں رہا جاتا تم مجھے بھی زیور بنا کر دو اور عمدہ لباس بنا کر دو اور گھر
میں خادمہ نوکر رکھو۔وہ کوٹ انسپکٹر پھر جب مجھسے الہ آباد میں ملے تھے بیچارے کہتے
تھے کہ شیخ کامل کی صحبت کا اثر ایک منٹ میں ایسا ہوا کہ میرا ساری عمر کا اثر فوراً
زائل ہوگیا۔اب میرے گھر میں رات دن زیور کی فرمائش کرتی ہے اور کوئی کام خود

عورتوں کے آپس میں ملنے ملانے کی شرائط

نہیں کرتی۔ زیور بناتا بناتا تھک گیا مگر سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا اور میری ساری خیر خیرات بند ہو گئی۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ انکا آپس میں ملنا جلنا بڑا غضب ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ مستورات کا آپس میں ملنا جلنا بالکل بند کر دو۔ میرا مطلب یہ ہے عورتوں کو اپنے اس مرض کی اصلاح کرنی چاہئے اگر کسی کا دل دوسروں کے زیور کپڑے دیکھکر نہ للچائے اُسکو ملنے جلنے کا مضائقہ نہیں مگر جسپر دوسروں کو دیکھکر یہ اثر ہوا اُسکو ضرور نہ ملنا چاہئے۔ قرآن شریف میں عورتوں کو حکم ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ کہ تم اپنے گھروں میں جمکر بیٹھی رہو اسمیں تقسیم الآحاد علی الآحاد ہے جس سے یہ مطلب حاصل ہوا کہ ہر عورت اپنے گھر میں جم کر بیٹھی رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے اصلی حکم یہی ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں نہ عورتوں سے ملنے کیلئے نہ مردوں سے ملنے کے لئے۔ پھر آخر کچھ تو بات ہے جو حق تعالیٰ نے عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے باہر نکلنا ان کے لئے مضر ہے (لیکن مواقع ضرورت اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲) پس جسکو ملنے جلنے سے یہ ضرر ہوتا ہو اُسکے لئے یہی حکم ہوگا کہ وہ کسی سے نہ ملے اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہے ہاں جسکو ضرر نہ ہوتا ہو وہ اپنے خاوند کی اجازت سے دوسرے کے گھر جا سکتی ہے۔ بیبیو! آخر تم کھجلی والوں سے تو بچتی ہو اور اُنکے پاس بیٹھنا اور اُنسے ملنا جلنا تم کو گوارا نہیں ہوتا کہ کہیں ہم کو بھی کھجلی نہ ہو جاوے اور یہ حالت تو کھجلی سے بھی بدتر ہے۔ کھجلی کا ضرر تو محض جسمانی ہے اور اسکا ضرر جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی۔ جسمانی ضرر تو یہ ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کو اپنے سے اچھی حالت میں دیکھو گی اور اُن جیسا بننا چاہو گی اور تمہاری حیثیت اُن کی برابر نہیں ہے تو تم کو خواہ مخواہ اس سے الجھن اور پریشانی ہوگی اور رات دن تم اسی فکر میں گھلو گی کہ ہائے میرے پاس بھی یہ چیز ہوتی وہ ہوتی پھر بعض دفعہ تم مردوں سے بھی اس قسم کی فرمائش کرو گی جو اُنکی حیثیت سے زیادہ ہے اُنکو یہ فرمائش ناگوار ہوگی جس سے خواہ مخواہ دلوں میں کدورت پیدا ہوگی جس سے بعض اوقات بہت

دور تک نوبت پہونچ جاتی ہے اور روحانی ضرر یہ ہے کہ اس سے ناشکری کا مرض بڑھتا ہے جب تم دوسروں کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھوگی تو اُن نعمتوں کی قدر نہ کروگی جو خدا تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہیں ہمیشہ یہی سمجھوگی کہ میرے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں اسلئے جسپر ملنے کا ایسا اثر پڑتا ہو اُسکو یہی حکم دیا جائے گا کہ وہ کسی سے نہ ملے اور اگر ملے تو غریب نادار عورتوں سے ملے کیونکہ غریبوں سے ملکر تمھارا جی خوش ہوگا اور خدا کا شکر کروگی کہ الحمد للہ میں بہت سی عورتوں سے اچھی حالت میں ہوں اور یہی نکتہ ہے اس حدیث میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا یا عائشۃ قربی المساکین وجالسیھم کہ اے عائشہ مساکین کے پاس بیٹھا کرو اور انکو اپنے سے نزدیک کیا کرو۔ مساکین کے پاس بیٹھنے سے خدا کی نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور دل خوش رہتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ امراء کے پاس بیٹھنے سے دن بدن میری پریشانی بڑھتی رہی اور میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اوپر خدا کی کچھ بھی نعمت نہیں پھر میں نے غرباء کے پاس بیٹھنا شروع کیا تو میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بادشاہ ہوں اور میری ساری پریشانی دور ہوگئی اور خوشی بڑھ گئی۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ دین کے باب میں انسان کو اپنے سے اونچے کو دیکھنا چاہیئے جو اس سے زیادہ دیندار ہو اور دنیا کے باب میں اپنے سے نیچے کو دیکھنا چاہیئے مگر آجکل معاملہ برعکس ہے لوگ دین کے باب میں تو اُن لوگوں پر نظر کرتے ہیں جو زیادہ کام نہیں کرتے پھر اپنے دلکو سمجھا لیتے ہیں کہ اگر ہم رات کو نہیں اُٹھتے تو کیا ہوا فلاں مولوی صاحب بھی تو رات کو نہیں اُٹھتے اگر ہم عمدہ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں تو کیا ہوا فلاں شاہ صاحب بھی تو بڑا عمدہ لباس پہنتے ہیں دین کے باب میں لوگ اُن بزرگوں کو نہیں دیکھتے جنکا تہجد کبھی قضا نہیں ہوتا اور بیچارے معمولی حیثیت میں رہتے ہیں اور دنیا کے بارہ میں ہمیشہ اپنے سے زیادہ پر نظر کرتے ہیں کہ ہائے میں فلاں رئیس کے برابر نہ ہوا فلاں سوداگر کے برابر نہوا جس سے بجز پریشانی بڑھنے کے اور کچھ

نہیں ہوتا۔ عورتوں کو بھی چاہیئے کہ دنیا کے بارہ میں اپنے سے گھٹیا کو دیکھیں مثلاً تمہارا گھر کسی رئیس زادی کے گھر سے کم ہے تو تم اُن لوگوں پر نظر کرو جنکے گھر تم سے بھی گھٹیا ہیں کہ نہایت تنگ ہیں پلنگ بچھنے کے بعد چلنے کو بھی رستہ نہیں رہتا وہاں ہوا کا تو کہاں گذر بارش کا بھی بچاؤ نہیں اور تم ہوادار صحن میں ایسے آرام سے سوتی ہو کہ صبح کی نماز بھی قضا ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے مکانات دیکھکر تم کو اپنے مکان کی قدر ہوگی کہ بلا سے اس میں جھاڑ فانوس نہیں ہیں تو کیا ہوا بارش کا بچاؤ تو ہے ہوا کا گذر تو ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس جوتہ نتھا تو میں رنجیدہ تھا کہ اچانک میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جسکے پیر ہی نتھے میں نے خدا کا شکر کیا کہ میرے پیر تو ہیں بلا سے جوتہ نہیں تو کیا ہوا۔ تو حقیقت میں دنیا کے باب میں اپنے سے کم حیثیت والوں کو دیکھنے سے بڑی راحت دل کو ہوتی ہے مگر اب ایسا مذاق بدلا ہے کہ دنیا میں جہاں ذرا کمی ہوئی اُسکا تو قلق ہوتا ہے اور اس پر کبھی نظر نہیں ہوتی کہ اللہ کی بہت سی مخلوق ہم سے بھی ابتر حالت میں ہے ہم پھر اُنسے بہت اچھے ہیں اور دین میں ایسا استغنا برتا جاتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز ہی پر اکتفا کر لیا ہے اگر کوئی اُنسے تہجد و اشراق کو کہدے تو جواب میں یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم مرجائیں بہت تو یہ کام کرلیتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں گویا انہوں نے نماز کیا پڑھی ساری جنت ہی خرید لی۔ جیسے ایک گنوار کا لڑکا کسی مُلّا کے پاس پڑھتا تھا تو ایکدن وہ گنوار مُلّا جی سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کو بہت نہ پڑھا دیجو کہیں لوٹ پوٹ پیغمبر ہو جاوے (یعنے پیغمبر نہو جاوے) تو جسطرح اس جاہل کا خیال تھا کہ زیادہ پڑھنے سے آدمی پیغمبر ہو جاتا ہے اسی طرح آجکل لوگوں کا خیال ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے آدمی جنید و شبلی ہو جاتا ہے پھر لوٹ سے اور کسی کام کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح ایک گنوار کے سر میں درد تھا۔ ایک دوسرے

گنوار نے کہا کہ آ میں تیرا سر جھاڑ دوں مجھے سر کے درد کی جھاڑ آتی ہے وہ سر کھول کے اُسکے آگے بیٹھ گیا تو آپنے کُل ہُو اللہ احد پڑھکر اُسکے سر کو جھاڑا (یہ قل ھو اللہ احد کو بگاڑا تھا) تو وہ دوسرا گنوار کہتا ہے جسکے سر میں درد تھا کہ جا ساڑھے کے ساڑھے تو تو ھا پنچ ہی ہو گیا (ساڑھے کے ساڑھے یہ خرابی ہے سالے کی جو گالی کا لفظ ہے اور ھا پنچ خرابی ہے حافظ کی) سو دیکھئے اُسکے نزدیک کُل ہُو اللہ احد ہی سے آدمی حافظ ہو جاتا ہے جس میں پوری قل ھو اللہ بھی یاد ہونا شرط نہیں اور اُسکا صحیح پڑھنا بھی شرط نہیں۔ یہی حال آجکل عام لوگوں کا ہو رہا ہے کہ اُنکے نزدیک جنید و شبلی بننے کے لئے پانچ وقت کی نماز سے زیادہ اور کچھ ضرورت نہیں اور اُن نمازوں کا اچھی طرح ادا کرنا بھی ضروری نہیں بس اُلٹی پلٹی نماز پانچ وقت پڑھ لینا کافی ہے۔ جیسا ایک جلاہے کا قصہ ہے کہ اُسکا لڑکا انگریزی پڑھتا تھا کسی نے پوچھا کہ تمھارا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے اب کتنی لیاقت ہو گئی۔ کہنے لگا کہ کھڑا کھڑا تو موتنے لگا ہے اب ذرا سی کسر رہ گئی ہے۔ اُسکے نزدیک بس کھڑے ہو کر موتنے لگنا بڑی لیاقت تھی کہ اسکے بعد کامل لیاقت میں ذرا ہی سی کسر رہ جاتی ہے شاید وہ کسر یہ ہو کہ کھڑا کھڑا ہگنے بھی لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ اوچھا آدمی ذرا سی بات میں اترانے لگتا ہے کہ جو بات کسی درجہ میں بھی قابل فخر نہیں ہوتی وہ اُسی پر ناز کرنے لگتا ہے اور یہ ساری خرابی جہل کی ہے ان لوگوں کو اصلی کمالات کی خبر ہی نہیں اسی لئے اُنکی نظر میں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی کمالات معلوم ہوتی ہیں۔ مولانا نے اسکی خوب مثال دی ہے کہ جیسے ایک مچھر ایک تنکے پر بیٹھا ہوا تھا اُسکے قریب بیل بندھا ہوا تھا بیل نے جو پیشاب کیا تو وہ تنکا اُسمیں تیرنے لگا مچھر اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ آج میں نے سمندر کے اندر کشتی پر سواری لیلی۔ وہ بیوقوف بیل کے پیشاب کو سمندر اور گھاس کے تنکے کو کشتی سمجھ گیا کیونکہ اُس نے اصلی سمندر کو دیکھا تھا یہی حال ہم لوگوں کا ہے کہ ہمنے اصلی کمالات تو دیکھے نہیں

ایک جاہل کا قصہ

چھوٹا آدمی ذرا سی بات میں اترانے لگتا ہے

ذرا ذرا سی باتوں کو کمالات سمجھنے لگے۔ مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک بوڑھے میاں پڑھتے تھے اور قسمت سے بیٹے میاں بھی ابا جان کیساتھ پڑھتے تھے باپ اور بیٹے دونوں ایک ہی سبق میں شریک تھے مگر انکو عقل کم تھی سبق کی وقت میں بڑے اینڈے بینڈے سوالات کرتے مولانا بڑے میاں کے سوالات کا جواب کم دیتے تھے جماعت میں ایک ذہین نوجوان طالبعلم بھی تھے۔ مولانا اُنکے سوالات کے جوابات نہایت شوق سے دیتے تھے ایکدن وہ بڑے میاں ان نوجوان طالب علم سے کہنے لگے کہ مولانا تمھارے سوالات کے جوابات خوب دیتے ہیں اور ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتے حالانکہ ہم استنے بڑے آدمی ہیں اس کی کیا وجہ۔ وہ طالبعلم ہنسنے لگے اور کہا کہ اسکی وجہ تو مولانا ہی کو معلوم میں کیا بتلاؤں۔ وہ انکو پکڑ کر مولانا کے پاس لے گئے اور پوچھا کہ اسواسطے لیگئے تاکہ مولانا کے سامنے اُن کی طرف اشارہ کر کے بتلادیں کہ آپ انکے سوالات کے جواب کیوں دیتے ہیں۔ جیسے ایک وہمی آدمی نے نیت اقتدار کرتے ہوئے امام کی کمر میں انگلی ماری تھی کہ نماز پڑھتا ہوں پیچھے اس امام کے۔ اُس بندہ خدا کو بدون انگلی لگائے تسلی نہوتی تھی۔ اور جیسے فاتحہ دینے والے کھانا سامنے رکھکر فاتحہ دیتے ہیں تاکہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو ثواب دینے میں غلطی نہو جائے کبھی ایسا نہو کہ پلاؤ کی جگہ کسی دوسری چیز کا ثواب مردہ کو پہونچ جائے اسلئے وہ کھانا سامنے رکھکر نام بنام ثواب بخشتے ہیں۔ ایک گنوار نے مجھسے پوچھا کہ کھانا سامنے رکھکر فاتحہ دینا کیسا ہے میں نے کہا بدعت ہے کہنے لگا کہ اسمیں کیا حرج ہے میں نے کہا کہ سامنے رکھنے کی کیا ضرورت ہے آخر تم روپیہ اور کپڑا بھی تو اللہ کے نام پر دیا کرتے ہو کیا اُسپر بھی فاتحہ دیا کرتے ہو کہنے لگا جی نہیں میں نے کہا پھر کھانے پر فاتحہ دینے کی کیا ضرورت ہے جیسا روپیہ کپڑے کا ثواب بدون فاتحہ کے پہونچ سکتا ہے اسی طرح کھانے کا ثواب بھی بدون فاتحہ کے پہونچ سکتا ہے دونوں میں کیا فرق ہے۔ بیچارہ تھا سمجھدار۔ فوراً سمجھ گیا اور

کہنے لگا کہ جی بات تو یہی ہے یہ سارے ڈھونگ ہیں تم سچ کہتے ہو۔ بعضے گنوار بہت سمجھدار ہوتے ہیں کیونکہ انکی طبیعت میں اینچ پینچ نہیں ہوتا سیدھی بات کو جلدی قبول کرلیتے ہیں مگر بعضے گنوار الٹر بھی ہوتے ہیں چنانچہ ایک گنوار نے فاتحہ کے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی تھی کہ قرآن میں تو اسکے لئے ایک خاص سورت اتری ہے جسکا نام ہی سورۂ فاتحہ ہے۔ بیوقوف۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ یہ دلیل کیسی ہوئی کیونکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم نے اس بدعت کو ایجاد کرکے اسکا نام سورۂ فاتحہ کے نام پر رکھدیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت اس رسم کا کہیں پتہ بھی تھا نہ اسطرح ثواب بخشنے کو کوئی فاتحہ کہتا تھا۔ تو بعضے گنوار ایسے کودمغز بھی ہوتے ہیں۔ غرض وہ بڑے میاں اُن طالب علم کو پکڑ کر مولانا قدس سرہٗ کے پاس لائے اور کہا کہ حضرت اسکی کیا وجہ کہ آپ انکے سوالات کا تو جواب دیتے ہیں اور ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتے حالانکہ ہم اتنے بڑے آدمی ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات بہت مختصر اور چبھتے ہوئے ہوا کرتے تھے۔ فرمایا کہ وجہ تو تم نے خود بیان کردی۔ بس یہی تو وجہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو ہائے یہ تکبر بڑا سد راہ ہے یہ کمبخت انسان کو تمام فیوض و برکات سے محروم کردیتا ہے یہی تو وہ بلا ہے جس سے شیطان مردود ہوا۔ صاحبو! ہمارے اندر یہ تکبر گھسا ہوا ہے اسیواسطے ہم کمال دین سے محروم ہیں۔ اسی کا ایک اثر یہ ہے کہ ہم نے جہاں تھوڑا سا کام کرلیا پانچ وقت کی نماز پڑھلی اور اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگے۔ عورتوں میں بھی یہ مرض بہت ہے۔ اول تو انمیں دیندار بہت ہی کم ہیں اور جو دو چار دیندار ہیں بھی وہ اپنے آپ کو نہ معلوم کیا سمجھتی ہیں جسکا منشا یہ ہے کہ عورتیں کم حوصلہ ہوتی ہیں اور ذرا سی بات میں تکبر اور بڑائی کرنا کم حوصلہ آدمی کا کام ہے۔ ایک عورت بڑی نمازن تھی اتفاق سے اسکی شادی کسی ڈاڑھی منڈے بے نمازی سے ہوگئی تو وہ کیا کہتی ہے کہ اللہ رے تیری شان ایسی پارسا ایسے بیدین سے بیاہی گئی۔ گویا نعوذ باللہ اُسے خدا

ناز اعمال کی ممانعت

پر بھی اعتراض تھا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کچھ ضابطہ نہیں ہے جو جی چاہے کچھ نہیں دیکھتے استغفر اللہ ارے تم کو کیا خبر ہے کہ خاتمہ کس کا اچھا ہو۔ اور خدا تعالیٰ کسکو بخشے کسکو جہنم میں بھیجدے کیا تعجب ہے کہ خدا اس بے نمازی کو کسی ادا پر بخشدے اور تم کو اسکی تکبر کی وجہ سے دوزخ میں ڈالدے۔ اول تو خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ دوسرے جن اعمال پر تمکو ناز ہے کیا خبر ہے وہ قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں گو امید تو یہی رکھنی چاہیئے کہ قبول ہوتے ہیں مگر کوئی وحی بھی نہیں آگئی اسلیئے ڈرتا بھی رہنا چاہیئے اور کبھی اپنے اعمال پر ناز نکرنا چاہیئے نہ دوسروں کو حقیر سمجھنا چاہیئے کہ اس سے اندیشہ ہے حبطِ نورِ اعمال کا۔ اسی طرح بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جہاں ذرا انکے قلب میں حرارت پیدا ہوئی اور وہ سمجھنے لگے کہ ہم صاحب نسبت ہو گیا۔ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی (شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے والد بزرگ) کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا دل جاری ہو گیا شاہ صاحب ہنسنے لگے فرمایا کہ لوگوں کو کبھی حرارت ذکر سے خفقان (اختلاج قلب) ہو جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ذکر جاری ہو گیا۔ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ قلب جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دلکو حرکت ہو کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی ہو یاد رکھو یہ اختلاج قلب ہے جو کہ سخت مرض ہے اس کا نام دل کا جاری ہونا نہیں ہے۔ مکہ معظمہ سے جب ہم غار ثور پر گئے اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو سب لوگوں کے سانس پھول گئے اسوقت بے تکلف دل کی حرکت صاف محسوس ہوتی تھی اور کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی میں نے ساتھیوں سے کہا کہ لو آج سب کے دل جاری ہو گئے سب صاحب نسبت ہو گئے۔ اگر یہی نسبت ہے تو بس روزانہ ایک میل دوڑ لیا کرو دل جاری ہو جایا کریگا یہ محض غلط خیال ہے ذکر جاری ہونے کے لیئے آواز اور کھٹکا کچھ ضروری نہیں بلکہ ذکر جاری ہو جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سالک کو اکثر اوقات حق تعالیٰ سے ذہول و غفلت نہوتی ہو زیادہ اوقات میں حق تعالیٰ کیطرف توجہ رہے اسی کا نام ملکۂ یادداشت ہے لیکن

بعض لوگ حرارت قلب کو نسبت سمجھتے ہیں

یہ بھی نسبت مطلوبہ نہیں ہے بعض لوگ ملکۂ یادداشت ہی کو نسبت سمجھتے ہیں یہ بھی غلطی ہے اور اس سے ایک بڑا دھوکہ سالکین کو پیش آتا ہے وہ یہ کہ صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ معصیت سے نسبت سلب ہو جاتی ہے اور ملکۂ یادداشت معصیت سے زائل ہوتا نہیں تو جو شخص اسی کو نسبت سمجھتا ہے وہ ائمۂ فن کے خلاف یہ سمجھنے لگتا ہے کہ معاصی مجھکو مضر نہیں بعض تو معاصی کو حلال سمجھنے لگتے ہیں وہ تو زندیق ہیں بعض حلال تو نہیں سمجھتے مگر یوں خیال کر لیتے ہیں کہ ہم کو نسبت حاصل ہو گئی ہے جس سے ہر وقت ہم ذکر میں رہتے ہیں اور ذکر حسنہ ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الحسنات یذھبن السیئات کہ حسنات سیئات کو زائل کرتی رہتی ہیں پس یہ نسبت ایسا حسنہ ہے جس سے تمام گناہ دھلتے رہتے ہیں اور کوئی گناہ ہم کو مضر نہیں ہوتا وہ نسبت سب گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہے یہ بڑی گمراہی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اُن لوگوں نے ملکۂ یادداشت کو جو کہ مشق ذکر سے پیدا ہو جاتا ہے نسبت مقصودہ سمجھ رکھا ہے خوب سمجھ لو کہ نسبت اسکا نام نہیں ہے نسبت مقصودہ کیلئے گناہ اور معصیت سخت مضر بلکہ سم قاتل ہے۔ نسبت کی حقیقت و احکام کی تفصیل زیادہ ہے (جسکو میں کسیقدر پرسوں کے وعظ میں بیان کر چکا ہوں) مگر اجمالاً ایک حکایت سے اس کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک طالب علم سے اون کے کسی مہمان نے پوچھا تھا کہ میاں آجکل کیا شغل ہے کہنے لگے کہ شاہزادی سے نکاح کی فکر میں ہوں اُسنے پوچھا کہ کچھ سامان کر لیا ہے کہنے لگے کہ آدھا سامان تو ہو گیا آدھا باقی ہے۔ اُسنے کہا یہ کیونکر کہا میں تو راضی ہوں مگر وہ راضی نہیں اور نکاح طرفین کی رضا سے ہوتا ہے لہٰذا ایک کا راضی ہونا آدھا نکاح ہے۔ تو جو لوگ ملکۂ یادداشت حاصل کر کے معاصی سے اجتناب نہیں کرتے اور اپنے کو صاحب نسبت سمجھتے ہیں اُنکی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس طالبعلم کا آدھا نکاح۔ کہ یہ لوگ تو خدا سے یادداشت کا تعلق رکھتے ہیں مگر خدا کو اُنسے کچھ علاقہ نہیں۔ یاد رکھو نسبت اُس تعلق کو کہتے ہیں جو طرفین سے ہو یعنی بندہ کو خدا سے

تعلق ہو اور خدا کو بندہ سے تعلق ہو اور نصوص سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عاصی سے خدا کو رضا کا تعلق نہیں ہوتا لہذا معصیت کیساتھ نسبت مطلوبہ کبھی جمع نہیں ہو سکتی مگر افسوس ہے کہ لوگ اس غلطی میں بہت مبتلا ہیں کہ وہ ملکہ یادداشت ہی کو نسبت سمجھتے ہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے کہ جہاں ذرا نماز پڑھنے لگیں اپنے آپ کو رابعہ سمجھنے لگیں اور اچھے آدمی بہت جلدی اپنے معتقد ہو جاتے ہیں مثل مشہور ہے الحائک اذا صلّی یومین انتظر الوحی۔ جلاہا دو دن نماز پڑھکر تیسرے دن وحی کا منتظر ہو جاتا ہے بہت لوگ اپنے کمالات کے معتقد ہیں مگر انکو یہ خبر نہیں کہ ہم دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں اُن لوگوں کو امام غزالیؒ کی احیاء میں کتاب الغرور دیکھنی چاہیے (غرور بمعنے تکبر نہیں یہ اردو کا محاورہ ہے عربی میں غرور کے معنے دھوکے کے ہیں حق تعالیٰ فرماتے وغرّکم باللّٰہ الغرور یہاں دھوکہ میں ڈالنا ہی مراد ہے) یہ وہ کتاب ہے جس نے امام غزالیؒ پر کفر کے فتوے لگوائے کیونکہ اسمیں انھوں نے ہر فرقہ کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور اُن دھوکوں پر متنبہ کیا ہے جن میں وہ مبتلا ہیں تو چونکہ اس سے دنیا بھر کے اترے پترے کھلتے تھے اسلئے سب لوگ اُنکے درپے ہو گئے پھر کافر بنانیکو موقع مل ہی جاتا ہے

چشم بداندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر

جب آدمی کسی کے درپے ہو جاتا ہے تو اُسکو کمالات بھی عیوب نظر آتے ہیں۔ وہ کتاب دعوے پست کرنیوالی ہے جو لوگ اپنے کمالات کے معتقد ہیں اُسکو دیکھیں پھر غور کریں کہ وہ کس دھوکہ میں مبتلا تھے بعض لوگ اپنے اعمال پر ناز کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں مگر ہماری طاعات کی ایسی مثال ہے جیسے بعض دفعہ نوکر آقا کو پنکھا جھلتا ہے کبھی اتنے زور سے کہ ٹوپی بھی اُسکے سر سے اُڑ جاتی ہے کبھی اتنے آہستہ کہ اُسکو ہوا بھی نہ لگے آقا کو ایسا پنکھا جھلنے سے تکلیف ہوتی ہے

امام غزالی کی کتاب الغرور دیکھنی چاہئے

اعمال پر ناز کرنیکی مثال

مگر وہ خوش اخلاقی کی وجہ سے کچھ نہیں بولتا تو اگر وہ نوکر ایسی خدمت کر کے ناز کرے
کہ میں نے آج دو گھنٹہ آقا کی خدمت کی تو اُسکا یہ ناز بجا ہے یا بیجا۔ یقیناً ہر شخص
اُسکو احمق بتائے گا کہ تو ناز کس بات پر کرتا ہے جتنی دیر تو نے خدمت کی ہے آقا
کو تکلیف پہونچائی ہے تو اسی کو غنیمت سمجھ کہ اُسنے تجھکو سزا نہیں دی نہ کہ تو اُلٹا ناز
کرتا اور اپنے کو انعام کا مستحق سمجھتا ہے۔ صاحبو! یہی حالت ہماری طاعات کی ہے
کہ حق تعالیٰ ان طاعات پر ہم سے مواخذہ ہی نہ فرمائیں تو بسا غنیمت ہے یہ اُلٹا
ناز کیسا۔ آخر کیا ہم کو اپنی طاعات کی حقیقت معلوم نہیں کہ ہم اُنکو کس طرح بے سر و پا
ادا کرتے ہیں۔ مولانا نے مثنوی میں ایک بہرہ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ اپنے ایک
دوست کی عیادت کرنے گیا تھا راستہ میں سوچنے لگا کہ میں تو بہرہ ہوں مجھے دوسرے
کی خصوص ضعیف مریض کی بات سنائی نہ دے گی اسلئے ابھی سے حساب لگا لینا
چاہئے کہ میں جا کر پہلے کیا کہونگا وہ اُسکا کیا جواب دیگا پھر مجھکو اُسکے جواب میں
کیا کہنا چاہئے چنانچہ اُسنے حساب لگایا کہ پہلے میں اُس سے پوچھونگا کہ مزاج
کیسا ہے وہ کہیگا شکر ہے پہلے سے افاقہ ہے میں کہونگا الحمد للہ حق تعالیٰ اور زیادہ
کرے پھر میں کہونگا کہ معالجہ کونسے طبیب کا ہے وہ کہے گا فلاں حکیم صاحب کا
میں کہونگا سبحان اللہ بہت ہی لائق طبیب ہیں بڑی شفقت فرماتے ہیں اُن کا
علاج ترک نکرنا چاہئے۔ پھر پوچھونگا کونسی دوا استعمال میں ہے وہ کسی دوا کا
نام لیگا میں کہونگا خدا اُسکو آپ کی رگ و پے میں پیوستہ کرے اور خوشگوار فرمائے
یہ حساب لگا کر وہ پہونچے بیمار نے جو بہرہ کی صورت دیکھی گھبرا گیا کہ یہ کمبخت کہاں سے
آگیا اب یہ میرا دماغ کھائے گا اپنی سب کچھ کہہ لیگا میری بات سنے گا نہیں۔ اب
بہرہ میاں آگے بڑھے اور مزاج پوچھا کہ اب طبیعت کیسی ہے بیمار نے جھلا کر کہا
حال کیا ہوتا مر رہا ہوں آپنے کہا الحمد للہ خدا اور زیادہ کرے بیمار اور بھی جھلا گیا
پھر پوچھا کونسے حکیم صاحب کا علاج ہے اُسنے کہا ملک الموت علیہ السلام کا۔ آپ
نے کہا سبحان اللہ بڑے ہی لائق طبیب ہیں اُنکا علاج کبھی نہ چھوڑئیے ماشاء اللہ

بڑے ہی شفیق ہیں اللہ تعالیٰ اونکا قدم مبارک فرماوے پھر پوچھا کہ آجکل کونسی دوا استعمال میں ہے اُسنے کہا زہر پی رہا ہوں آپ بولے ماشاءاللہ بڑی مجربیں ہے خدا اُسکو آپکی رگ رگ میں پیوستہ کرے اور خوشگوار فرمائے۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ ایسی عیادت سے کیا کسی کا جی خوش ہو سکتا ہے ہرگز نہیں مگر وہ بہرہ اپنے دل میں خوش تھا کہ میں نے اپنے دوست کا حق ادا کردیا اُسکی عیادت کرلی اور اُسکا جی خوش کردیا۔ ڈنے پھر جی خوش کردیا وہ تو اسکی جان کو کوستا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسی ہی عبادت کرتے ہیں جیسی اس شخص نے عیادت کی تھی اور اُنکا اپنی عبادت پر خوش ہونا ایسا ہی ہے جیسا وہ بہرہ اپنی عیادت پر خوش تھا۔ صاحبو! یہ حال ہے ہماری اُن عبادات کا جن پر ہم ناز کرتے ہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ عبادت ٹوٹی پھوٹی ہم کر رہے ہیں اُسکو بھی چھوڑ دیا جائے۔ بعضے ایسے احمق بھی ہیں جو یہی مطلب سمجھے ہونگے کہ جب ہماری عبادت کسی کام کی نہیں تو پھر کیوں سر مارا۔ ارے وہ ایسے کریم ہیں کہ اگر تو ٹوٹی پھوٹی عبادت کو بھی قبول کرلیتے ہیں نقل کو اصل کی جگہ کر دیتے ہیں جیسا آپنے دیکھا ہوگا کہ بعضے کاریگر مٹی کا خربوزہ بنا کر رئوسا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ اُنکو انعام دیدیتے ہیں حالانکہ اُسمیں سوا مٹی کے اور کچھ نہیں ہوتا مگر چونکہ خربوزہ کی شکل ہوتی ہے اسلئے وہ اُسکی وہی قدر کرتے ہیں جو اصلی خربوزہ کی کرتے ہیں بلکہ اصلی خربوزہ سے بھی بعض دفعہ زیادہ قیمت دیدیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ نقل پوری ہو۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری اعمال میں تو نقل بھی صحیح نہیں ہوتی۔ اب یہ کیا نماز ہے کہ قیام میں ہاتھ زانوں پر پڑے ہوئے ہیں ہاتھ بھی ڈھنگ سے نہیں باندھے جاتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی کچھ بھی عظمت دل میں نہیں۔ عورتیں الحمد کو الہمد پڑھتی ہیں الفاظ بھی درست نہیں خشوع خضوع کا تو کیا ذکر۔ یاد رکھو قرآن کا صحیح پڑھنا واجب ہے کم از کم جتنا قرآن نماز میں پڑھو اُسکو تو ضرور صحیح کرلو اسکی کوشش کرنا ہر ایک کے ذمہ واجب ہے کوشش کے بعد بھی درست نہو تو معذور ہے تو دیکھئے ہم تو نماز کی

حاجی صاحب کا ارشاد

نقل بھی صحیح طور پر نہیں کرتے باقی امید تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس مکروہ نماز کو بھی قبول فرما لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ مہمل ہیں انکے پاس ہے ہی کیا۔ اس مہمل نماز کو بھی رد کر دیا جائے تو یہ بالکل ہی محروم رہ جاوینگے اسلئے اکثر تو وہ ہماری بیہودہ ٹھنگی طاعات کو بھی قبول ہی فرما لیتے ہیں۔ حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ بھائی جس عبادت کے بعد پھر اُسکی توفیق دوبارہ ہو جاوے تو یہ اُسکے قبول ہونیکی علامت ہے اگر پہلی عبادت قبول نہوئی ہوتی تو دوبارہ اُسکی توفیق نہوتی کیونکہ بادشاہ کو جس شخص کا اپنے دربار میں آنا ناگوار ہوتا ہے تو ایکبار کے بعد دوبارہ اُسکو اپنے دربار میں گھسنے بھی نہیں دیا کرتا۔ یہ دلیل امید کے واسطے بہت ہے گو قطعی دلیل نہیں ہاں انا عند ظن عبدی بی کو اسکی ساتھ ملا لو تو پھر کافی ہے غرض میرا یہ مطلب نہیں

تکمیل دین کا طریقہ

کہ اگر اسوقت تم کو کامل عبادت کی توفیق نہیں تو ناقص کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسی پر بس نکرو بلکہ اُسکی تکمیل کی کوشش کرو۔ دین کا طریقہ معلوم کرو اور دین میں کامل بننے کی سعی کرو۔ جسکا طریقہ کتب دینیہ کا پڑھنا سننا ہے خصوصاً عورتوں کے لئے تو یہی ایک طریقہ ہے کیونکہ اُنکو علماء سے ملنے اور اُن سے مسائل دریافت

عورتوں کا بیہودہ نصاب تعلیم

کرنے اور اُنکے مواعظ و بیانات سننے کا موقع ہی نہیں ملتا لہذا اُنکو کتب دینیہ کے پڑھنے اور سننے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے مگر افسوس یہ ہے کہ اوّل تو عورتیں پڑھتی ہی نہیں ہیں اور جو لکھنا پڑھنا جانتی ہیں وہ دین کی کتابیں نہیں دیکھتیں۔ اب اُنکے پڑھنے کی یہی کتابیں رہ گئی ہیں۔ سہاگن نامہ۔ معجزہ آل نبی جس میں حضرت علی کا ایک جھوٹا قصہ ہے۔ اور وفات نامہ جس میں غلط روایات ہیں اور ہرنی نامہ یہ قصہ صحیح ہے مگر اس سے بھی کچھ احکام معلوم نہیں ہوتے اور منظوم تفسیر سورہ یوسف اس میں بھی بعض روایات صحیح نہیں ہیں پھر اسمیں زلیخا کے عشق کو بہت صاف

ایک جاہل واعظ

صاف بیان کیا گیا ہے جسکا اثر اخلاق پر بہت برا پڑتا ہے۔ بس یہ ہے عورتوں کی انتہائی تعلیم جس نے یہ کتابیں پڑھ لیں وہ گویا سب سے زیادہ پڑھی ہوئی ہے جیسے سہارنپور میں ایک جاہل آیا تھا اُسنے یہی کتابیں پڑھی تھیں اور اُسکو ناز

تھا کہ میں بھی عالم ہوں چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد اُس نے خود ہی اعلان کیا بھائیو اُواج
(وعظ) ہوگی آپ کی لیاقت کا حال تو لوگوں کو ان دو لفظوں ہی سے معلوم ہو گیا مگر
تماشا دیکھنے کے لئے لوگ بیٹھ گئے کہ دیکھیں بھائی اُواج کیسی ہوتی ہے وعظ تو بہت
سنے مگر اُواج کبھی نہ سنی تھی تھوڑی دیر میں واعظ صاحب ممبر پر پہونچے اور تین
مرتبہ کیش کیش کیش پڑھکر اُسکی تفسیر بیان کی اے محمد اے محمد اے محمد (صلے
اللہ علیہ و علی آلہ وسلم) اگر میں تجھے نہ پیدا کرتا تو نہ عرش کو پیدا کرتا نہ کرسی کو نہ آسمان
کو نہ زمین کو۔ بھائیو آدھی اُواج آج ہو گئی آدھی کل کو ہو گی ہارے تھکے ہیں خرچ
پاس نہیں ہے کچھ ہماری امداد کرو۔ بس وعظ ختم ہوا۔ اول تو احمق نے کیس کو
شین سے پڑھا پھر اُسکی تفسیر کیسی خوبصورت کی۔ اُس مجمع میں ایک نابینا عالم بھی
جنکا نام مولانا سعید الدین صاحب تھا موجود تھے اور لوگ انکے علم و فضل کے معتقد
تھے اُنہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ ذرا ان مولانا کو میرے پاس لانا چنانچہ لایا گیا آپنے
فرمایا کہ انکا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدو (کہیں بھاگ نہ جائیں) غرض اُسکا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لیکر آپنے دریافت فرمایا کہ مولانا آپکی تحصیل کہاں تک ہے تو وہ واعظ صاحب
فرماتے ہیں کہ ہماری تحصیل ہاپوڑ۔ مولانا سعید الدین صاحب سمجھ گئے کہ بیچارہ بالکل
ہی جاہل ہے اسکو تحصیل کے معنے بھی معلوم نہیں۔ پھر آپنے اردو الفاظ میں کہا کہ
میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم نے کہانتک تعلیم حاصل کی ہے کہنے لگا کہ ہم نے پڑھا ہے
ہرنی نامہ۔ وفات نامہ۔ معجزہ آل نبی۔ سائین نامہ اور تو کیا جانے اندھے۔ مولانا
سعید الدین صاحب نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اسکو کچھ نہ کہو جانے دو
بیچارہ معذور ہے۔ تو جیسے اُس جاہل کو ان کتابوں کے پڑھنے پر ناز تھا کہ اُسنے
ایک فاضل شخص کو بھی منہ نہ لگایا اور صاف کہدیا کہ تو کیا جانے اندھے۔ اسیطرح
آجکل جو عورتیں یہ کتابیں پڑھ لیتی ہیں وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتی ہیں کہ
بس اب ہمسے زیادہ پڑھا ہوا کون ہوگا پھر غضب یہ ہے کہ عورتیں چونکہ عموماً اَن پڑھ
ہیں اسلئے انمیں سے جو کچھ پڑھ لیتی ہیں اُنکی قدر خوب ہونے لگتی ہے کیونکہ دوسری

ف ایک اور جاہل واعظ کی حکایت

عورتیں اتنا بھی پڑھنا نہیں جانتیں جب اُنکی قدر ہونے لگی تو اب اُنکو آگے پڑھنے کی کیا ضرورت رہی - گنگوہ میں ایک جاہل واعظ آیا تھا جو جہنم کو جہندم کہتا تھا - اُسکی وعظ عورتوں میں ہوا کرتے تھے اور عورتیں اُسکی بہت معتقد تھیں بلکہ بعضے مرد بھی معتقد تھے اور یوں کہتے تھے کہ یہ ایسا بڑا عالم ہے کہ مولوی رشید کو تو بارہ برس پڑھاوے - میں نے کہا واقعی مولانا رشید احمد صاحب کو تو بارہ برس میں بھی یہ علوم نہ حاصل ہونگے بارہ برس کیا وہ تو ساری عمر میں بھی جہنم کو جہندم نہ کہہ سکینگے - تو یہ عورتیں ہر اک کی بہت جلدی معتقد ہو جاتی ہیں چاہے جھوٹ ہی الف بے تے ہی پڑھی ہو اور یہ سب جہل کی خرابی ہے جو اُنہیں پڑھی لکھی کہلاتی ہیں وہ بھی جاہل ہی ہیں کیونکہ اُنکے درس میں ایسے ایسے فضول قصے رہ گئے ہیں جن سے احکام کا علم بالکل نہیں ہوتا - آجکل ایک مناجات پڑھی جاتی ہے

ایک مناجات پر تنقید

جسکو عورتیں اور مرد بڑے شوق سے سنتے ہیں جس میں ہر دو شعر کے بعد یہ مصرع پڑھا جاتا ہے - مری بار کیوں دیر اتنی کری - اسکا مضمون بالکل خلاف شرع ہی مگر جہل ایسا عام ہوا ہے کہ کسی کو بھی ادھر التفات نہیں ہوتا اس نظم میں اول تو خدا تعالی کی شکایت ہے کہ سب کو تو یہ نعمتیں دیدیں اور میری بار میں کیوں دیر کر رکھی ہے اسمیں علاوہ شکایت کے حق تعالی کیطرف نعوذ باللہ ظلم کی بھی نسبت ہے کہ عجب کارخانہ ہے جس میں کچھ ضابطہ ہی نہیں کہ ایک بندے کو سب کچھ دیدیا اور مجھے ٹال رکھا ہے اب تک میرا مقصود پورا نہیں ہوتا - نیز اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی مساوات کا بھی دعوی ہے اور اُن پر حسد بھی ہے کیونکہ اسمیں تمام انبیاء مشہورین کا ذکر کیا گیا ہے کہ آدم کو یہ دیا اور نوح کو دی پیغمبری اور سلیمان (علیہم السلام) کو دی سروری اور ہر اک کے بعد یہ مصرع بھی ہے کہ مری بار کیوں دیر اتنی کری - اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ شاعر کو ان حضرات پر حسد ہے کہ انکو تو سب کچھ ملگیا اور مجھے کچھ بھی نہ ملا مری بار میں دیر ہو رہی ہے - میں یہ نہیں کہتا کہ ناظم کی نیت بھی یہی تھی مگر اسمیں کچھ شک

ناولوں کی مذمت

نہیں کہ یہ مطلب ان اشعار کا مدلول ضرور ہے اور قاعدہ ہے کہ جس بات میں ایہام خلاف بھی ہو اُس سے بھی منع کیا جائیگا۔ آخر حق تعالیٰ نے صحابہ کو راعنا کہنے سے کیوں منع فرمایا کیا معاذ اللہ صحابہ کرام کے ذہن میں اسکے معنے کچھ بُرے تھے ہرگز نہیں بلکہ محض اسلیئے کہ یہ لفظ موہم ہوتا ہے بُرے معنے کو اور دشمنوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ اسکو بُرے معنے کا قصد کر کے استعمال کریں اس قاعدہ کے تحت میں یہ نظم بھی داخل ہے گو قائل کا قصد بُرا نہو۔ پس اسکا پڑھنا اور سننا اور پڑھوانا سب ناجائز ہے۔ پس یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ عورتوں کے نصاب تعلیم میں تمام فضول اور خرافات قصے ہی رہ گئے اور یہانتک بھی بس تھی اب تو غضب یہ ہے کہ عورتیں ناول پڑھتی ہیں جس سے اخلاق بہت ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ ان ناولوں کی بدولت شرفاء کے گھروں میں بھی بڑے بڑے واقعات شرمناک وقوع میں آچکے ہیں مگر اب بھی انکی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان ناولوں سے تو وہ پُرانی کتابیں قصہ گل بکاؤلی و چہار درویش و طلسم ہوشربا ہی غنیمت ہیں اگرچہ میں انکے دیکھنے سے بھی عورتوں کو سختی کیساتھ منع کرتا ہوں مگر واللہ ان ناولوں سے وہ ہزار درجہ بہتر ہیں انکی برابر وہ اخلاق کو خراب نہیں کرتیں قصے گو اُنمیں بھی خرافات ہی ہیں مگر تدابیر اختلاط و حیلہائے وصول الی المقصود ان میں ایسے بتلائے ہیں جو نہایت متعذر الحصول اور دشوار ہیں۔ مثلاً شاہزادہ کا گل بکاؤلی کے باغ میں پہونچنا کیسے ہوا کہ راستہ میں ایک دیو ملا اُسکو اُس نے ماموں بنایا اُسے اسپر رحم آیا اور اُسنے باغ میں پہونچا دیا۔ اسی طرح چہار درویش کے قصے میں بھی تمام صورتیں حصول مقصود کی ایسی ہیں جو انسان کے قبضہ کی نہیں ہیں خدا ہی چاہے تو اُن طریقوں سے مقصود میسر آسکتا ہے۔ اور ان کمبخت ناولوں میں تو ایسی سہل سہل ترکیبیں لکھی ہیں جنسے ہر شخص کام لیسکتا ہے مثلاً یہ کہ عاشق نے کسی نین کو یا جلاہی کو لالچ دلایا کہ میں تجھکو اتنے روپے دونگا تو فلاں لڑکی سے مجھکو ملا دے۔ اب یہ ترکیب ایسی آسان ہے کہ جسکے پاس

روپیہ ہو وہ اس سے بآسانی کام نکال سکتا ہے کیونکہ ایسی عورتیں بہت جلد لالچ میں آجاتی ہیں نہ انہیں دین ہے نہ حیا نہ کسی کی آبرو کا انکو خیال انکے ذریعہ سے گھروں میں کچھ سے کچھ واقعات ہو جانا بڑی بات نہیں۔ اسلئے میں ان ناولوں کو گل بکاؤلی وغیرہ سے بھی بدتر جانتا ہوں۔ صاحبو! خدا کے واسطے اپنی عورتوں کو ان ناپاک کتابوں سے بچاؤ اور ناول کو ہرگز اپنے گھر میں نہ گھسنے دو اگر کہیں نظر بھی پڑ جائے تو فوراً جلا دو اور عورتوں کے پاس ایسی کتابیں پہونچاؤ جن میں دین کے پورے اجزاء سے کافی بحث ہو۔ عقائد کا بھی مختصر بیان ہو۔ وضو اور پاکی ناپاکی کے بھی مسائل ہوں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ نکاح بیع وشراء کے بھی مسائل ہوں اصلاح اخلاق کا طریقہ بھی مذکور ہو۔ آداب اور سلیقہ کی باتیں بھی بیان کیگئی ہوں یہ بات مردوں کے ذمہ ہے اگر وہ اسمیں کوتاہی کرینگے تو انسے بھی مواخذہ ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا اے مسلمانو اپنی جانوں کو بھی جہنم سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی۔ اگر کوئی مرد خود متقی بن جائے اور اپنے گھر والوں کے دین کی خبر نہ لے تو خدا تعالیٰ اسکی عورتوں کے ساتھ اسکو بھی جہنم میں بھیجدینگے۔ تنہا اسکا متقی بنجانا قیامت میں عذاب سے نجات کے لئے کافی نہوگا۔ پس مردوں کا کام یہ ہے کہ عورتوں کے پاس ایسی کتابیں پہونچائیں اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مردوں سے یہ کتابیں لیں اور ان پر عمل کریں خود بھی دیکھیں اور اپنی لڑکیوں کو بھی پڑھائیں اور جو ان پڑھ عورتیں ہیں انکو بھی احکام سنائیں اور ہمت کرکے ان پر عمل کا اہتمام کریں انشاء اللہ دین بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ اجمالاً میں نے دین کامل کرنے کا طریقہ بتلا دیا اب مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں رہی لیکن جسطرح بعض ضروری فروع پر مردوں کو وعظ میں تنبیہ کی گئی تھی اسیطرح بعض فروع یہاں بھی بیان کرتا ہوں جنمیں اکثر عورتیں کوتاہی کرتی ہیں تاکہ ان پر قیاس کرکے وہ دوسرے اجزاء دین سے بھی غفلت نہ کریں کیونکہ اسوقت میں ان فروع کا ذکر کرونگا جو بہت ظاہر ہیں

نماز میں کوتاہیاں

جب ان میں بھی کوتاہیاں کیجاتی ہیں تو دوسرے فروع کا کیا حال ہوگا۔ اسکو خود سمجھ لینا چاہیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نماز کا بیان شروع کرتا ہوں جسکا فرض ہونا ہر مسلمان کو معلوم ہے مگر افسوس ہے کہ عورتیں نمازی بہت کم ہیں حالانکہ قرآن کی ایک آیت میں نماز ترک کرنے کو شرک میں داخل کیا گیا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (ترجمہ) یعنی کہ نماز کو قائم کرو اور مشرکین میں سے مت ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرک بننا

قرآن و حدیث میں ترک صلوٰۃ کو کفر فرمایا

ہے اور حدیث میں تو یہ مضمون بہت صاف ہے من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جسنے نماز کو قصداً ترک کردیا وہ کافر ہوگیا۔ گو جمہور علماء نے ان آیات واحادیث میں تاویل کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا کافر ونکا سا کام کرنا ہے۔ مگر صاحبو! اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ظاہر الفاظ میں ایسے شخص کو کافر کہدیا ہے گو علماء تاویل کرتے ہیں میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ تاویل غلط ہے لیکن ہم کو اس تاویل کے بھروسہ پر بیفکر نہونا چاہیئے کیونکہ خدا اور رسول جس بات کو کفر فرما رہے ہیں اگر وہ واقع میں کفر بھی نہیں تو یقیناً کفر سے بہت قریب ہے۔ اور کفر کا انجام جو کچھ ہے سب کو معلوم ہے کہ ابد الآباد کیلئے جہنم کی سزا ہے تو جو کام اُس سے قریب کرنیوالا ہو مسلمان کو اُس سے کوسوں دور بھاگنا چاہیئے۔ بعضی عورتیں نماز پڑھتی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہ رکوع

تعدیل ارکان واجب ہے

وسجدے ٹھیک نہیں کرتیں۔ بڑی جلدی کرتی ہیں۔ حالانکہ تعدیل ارکان واجب ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک فرض ہے۔ تعدیل ارکان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے ہر رکن کو اطمینان وسکون کیساتھ ادا کیا جاوے۔ مثلاً رکوع کے بعد سر اٹھا کر تھوڑی دیر سیدھا کھڑا ہوجانا چاہیئے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد سیدھا کھڑا ہوکر کہے اسکے بعد اطمینان سے سجدہ میں جاوے۔ اسکو قومہ کہتے ہیں۔ عورتیں قومہ بالکل نہیں کرتیں اور بعض مرد بھی نہیں کرتے بس رکوع سے فارغ ہوکر ذرا سر کا اشارہ کرکے فوراً سجدہ میں چلے جاتے ہیں اس طرح نماز

نہیں ہوتی۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو جانا ضروری ہے اسی طرح اکثر عورتیں دونوں سجدوں کے بیچ میں جلسہ نہیں کرتیں بس ایک سجدہ کر کے ذرا سا سر کا اشارہ کر کے فوراً دوسرا سجدہ کر دیتی ہیں اسطرح بھی نماز نہیں ہوتی۔ اسکا خوب خیال رکھو اور قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا کرو۔ بعضی عورتیں قرآن غلط پڑھتی ہیں اسکا اہتمام بھی ضروری ہے۔ بعض دفعہ ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے چند سورتیں نماز کے لئے کم از کم ضرور صحیح کر لو۔ بعض عورتیں نماز وقت سے ٹالدیتی ہیں۔ نماز کا وقت آگیا اور بیٹھی باتیں بنا رہی ہیں جب وقت قریب الختم ہوتا ہے اُسوقت پیشاب پیخانہ کے لئے لوٹا ہاتھ میں لیا جاتا ہے حتی کہ ان مقدمات ہی میں وقت نکل جاتا ہے۔ یاد رکھو بدون کسی عذر کے نماز کا وقت سے ٹالنا سخت گناہ ہے (عورتوں کو سب نمازیں اوّل وقت میں پڑھنی چاہئیں اُنکے لئے یہی افضل ہے ۱۲ جامع) بعض دفعہ ایام سے پاک ہونے کے بعد جلدی نماز شروع نہیں کرتیں دو تین وقت ٹالدیتی ہیں کہ کل کو سر دھو کر بال درست کر کے نہا وینگے پھر نماز شروع کرینگے اسکا حکم یہ ہے کہ اگر تین دن پورے ہونیسے پہلے پاک ہو جائے تب تو آخر وقت مستحب تک انتظار کرنا واجب ہے۔ اگر آخر وقت تک پاک ہی رہی تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر تین دن کے بعد مگر عادت سے پہلے پاک ہوئی تو آخر وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے پھر غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے غرض پاکی نظر آنے کے بعد ایک وقت کی نماز قضا کرنا بھی جائز نہیں اور یہی حکم روزہ کا ہے خوب سمجھلو (عورتوں کو اپنے ایام عادت کا یاد رکھنا واجب ہے اسمیں غفلت جائز نہیں ایام عادت کے بھول جانیسے بڑی پریشانی ہو گی اور اسکے لئے مسئلہ بہت پیچ در پیچ ہو جائیگا جب کوئی عورت کسی معمول سے پاک ہو فوراً اُسکے دن لکھ لیوے یا اچھی طرح یاد کر لیوے ۱۲ جامع) پاکی ناپاکی کے مسائل معلوم کرنا بھی عورتوں کے ذمہ لازم ہے بقدر ضرورت۔ بہشتی زیور میں اس کے مسائل موجود ہیں کسی سمجھدار عورت سے یا اپنے شوہروں سے سمجھکر پڑھ لیں۔ بعضی عورتیں اگر خود نماز کی پابندی

پاکی اور ایام کی کوتاہیاں

کرتی ہیں تو وہ اپنے بچوں اور ماماؤں کو نماز کے واسطے نہیں کہتیں۔ بچوں کی پرورش زیادہ تر ماماؤں کی آغوش میں ہوتی ہے لہذا اُنکو اخلاق حسنہ سکھلانا اور نماز وغیرہ کی تعلیم دینا عورتوں کے ذمہ ہے اسمیں ہرگز غفلت نکریں۔ جب بچہ سات برس کا ہوجاوے اُسوقت سے نماز کی تاکید شروع کریں اور جب دس سال کا ہوجاوے تو مار پیٹ کر نماز پڑھاویں۔ اطبار نے لکھا ہے کہ اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ کا اثر صحت پر بھی اچھا ہوتا ہے جس بچے کو نیک کاموں کی عادت ہوگی اُسکی صحت بھی عمدہ ہوگی عورتوں کو بچوں کی صحت کا بہت خیال ہوتا ہے اسلئے میں نے یہ فائدہ بھی بتلا دیا کہ اگر کسی کو دین کا خیال نہو تو صحت ہی کا خیال کرکے بچوں کو نماز وغیرہ کی تاکید کرتی رہے۔ اسیطرح ماماؤں کو بھی نماز کی تاکید کرنی چاہئے چونکہ وہ تمہاری ماتحت ہیں اگر تم اُنکو دھمکاؤ گی تو ضرور اثر ہوگا اور اسمیں سستی کرنے سے تم پر بھی مؤاخذہ رہیگا کہ تم نے قدرت ہوتے ہوئے کیوں سستی کی بلکہ جس ماما کو مقرر کرو اُس سے یہ شرط کرلیا کرو کہ تم کو پانچوں وقت کی نماز پڑھنا ہوگی جس گھر میں ایک شخص بھی بے نمازی ہوتا ہے اُس گھر میں نحوست برستی ہے۔ عورتوں کو اسطرف تو بالکل ہی توجہ نہیں۔ یہ تو عورتوں کی نماز کے متعلق چند کوتاہیاں ہیں۔ روزہ کو میں اسواسطے نہیں کہتا کہ عورتوں کو روزہ زیادہ دشوار نہیں اسمیں وہ ماشاء اللہ مردوں سے بھی زیادہ مشتیر ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں روزے بہت رکھلیتی ہیں مگر نماز سے انکی جان نکلتی ہے۔ اور روزہ رکھنا کچھ عورتوں کا زیادہ کمال بھی نہیں بلکہ اسمیں ایک طبی راز ہے وہ یہ کہ انمیں رطوبت و برودت کا غلبہ ہے سرد مزاج والے کو بھوک پیاس کم لگتی ہے۔ اسلئے انکو روزہ آسان ہے۔ دوسری انکو کھانے پکانے کے اندر مشغولی رہتی ہے اپنے ہاتھ سے سب چیزیں پکاتی ہیں۔ خوشبو سونگھتی رہتی ہیں اس سے بھوک تو فوراً کم ہوجاتی ہے۔ صرف پیاس کی تکلیف رہ گئی اُسکی سہار بھی انکو مشکل نہیں کیونکہ اول تو وہی برودت و رطوبت مانع عطش بھی ہے۔ دوسرے یہ دن بھر گھر ہی میں رہتی ہیں کہیں دھوپ میں آنے

[illegible]

[illegible]

جانے کا انکو کام نہیں پڑتا رہا یہ کہ کھانا پکانے میں آگ کے سامنے بیٹھنا پڑتا ہے تو اکثر جو عورتیں روزہ دار ہیں وہ اپنے ہاتھ سے کم پکاتی ہیں اُنکے آگے خدمت کرنے کو ماما ئیں موجود ہوتی ہیں اور جنکو خود کام کرنا پڑے وہ یہ ترکیب کرتی ہیں کہ پہلے سالن کی ہانڈیاں تیار کرلیتی ہیں سالن پکانے میں آگ کے سامنے جمکر نہیں بیٹھنا پڑتا ایک دفعہ آگ جلادی ہانڈی رکھدی اور چلتے پھرتے پکالی پھر جب عصر کا وقت ہوگیا گرمی کم ہوگئی جلدی جلدی پندرہ بیس منٹ میں روٹی پکالی اسلئے اُنکو کھانا پکانے میں بھی کچھ زیادہ دقت نہیں ہوتی تیسری وجہ سہولت روزہ کی یہ ہے کہ عموماً عورتوں کو کھانے کی حرص کم ہوتی ہے انکو عمدہ کھانا مرغوب نہیں ہوتا بس انکی ہانڈی محض مردونکی خاطر سے پکتی ہے اگر کبھی مرد گھر پر نہو تو یہ چٹنی پیسکر ہی گذر کرلیتی ہیں شریف عورتیں عمدہ غذا اور کھانے سے بہت بچتی ہیں آپس میں کہا کرتی ہیں کہ اگر ہم اچھی غذائیں کھائینگے تو لوگ یوں کہینگے کہ بڑی چٹوری ہے۔ ہائے یہ کیسی بری بات ہے جب یہ اسطرح اپنے نفس کو مارتی ہیں تو رفتہ رفتہ انکی بھوک بھی مرجاتی ہے اسلئے روزہ میں انکا کمال نہیں بلکہ اسمیں مردوں کا کمال ہے کہ ہاؤ ھپ ہیں اور پھر روزہ رکھتے ہیں مگر افسوس اب مردوں نے روزہ رکھنے میں ہمت بہت ہار دی ہے آجکل مردوں میں روزہ دار بہت کم ہیں۔ بس میں عورتوں سے یہ تو نہیں کہتا کہ وہ روزہ نہیں رکھتیں ہاں روزہ میں غیبت سے بچنے کو ضرور کہونگا کیونکہ انکا روزہ غیبت سے بہت کم پاک ہوتا ہے جب انکو روزہ میں کھانا پکانے کا دھندا کم ہوتا ہے تو آپس میں محفل جماکر بیٹھتی ہیں اور تیری میری غیبت شکایت میں روزہ برباد کرتی ہیں یوں تو غیبت ہر حال میں حرام ہے مگر روزہ کی حالت میں اسکا گناہ زیادہ ہے جیسے زنا کرنا ہر جگہ حرام ہے اور مکہ معظمہ میں کرنا سخت گناہ ہے کیونکہ شرف مکان و شرف زمان سے جس طرح طاعات کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح معاصی کا گناہ بھی بڑھجاتا

فـ عورتوں میں کھانے کی حرص کم ہے

فـ عورتیں روزہ میں غیبت بہت کرتی ہیں

ہے نیز روزہ میں پان کھانیوالیاں یہ بھی کوتاہی کرتی ہیں کہ سحری میں منہ کے اندر پان دباکر سورہتی ہیں اگر صبح تک منہ میں پان رہا تو روزہ نہیں ہوتا اسکی احتیاط بہت ضروری ہے۔ زکوٰۃ میں بھی عورتیں بہت سستی کرتی ہیں کہ اپنے زیوروں بچکوں کی زکوٰۃ نہیں دیتیں یاد رکھو جتنا زیور عورت کو جہیز میں ملتا ہے وہ اُسکی ملک ہے اُس کی زکوٰۃ دینا انپر واجب ہے اور جو زیور شوہر کے گھر سے ملتا ہے اگر وہ اُسنے انکی ملک کردیا ہے تو اُس کی زکوٰۃ بھی انپر واجب ہے اور اگر ملک نہیں کیا محض پہننے کے واسطے دیا ہے تو اُسکی زکوٰۃ مردوں کے ذمہ واجب ہے ہر سال اپنے زیور کا حساب کرکے جتنی زکوٰۃ اپنے ذمہ ہو فوراً ادا کردینی چاہیے۔ اس میں سستی کرنیسے گناہ ہوتا ہے دیکھو خدا تعالیٰ نے بہت سے غریبوں کو مال نہیں دیا حالانکہ تم اُنسے کچھ زیادہ نہیں ہو اکثر غربا کمالات میں تمسے بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ نمازی بھی ہیں دیندار بھی ہیں پھر بھی جو اُنکو خدا نے مال نہیں دیا اور تم کو دیا ہے تو اسکی کیا وجہ۔ خدا نے امیروں کو اسیواسطے مال دیا ہے کہ وہ غریبوں کو دیا کریں۔ کیونکہ ہر شخص اتنے ہی مال کا حقدار ہے جتنے کی اُسکو ضرورت ہے پھر جسکو خدا نے حاجت سے زیادہ مال دیا ہے وہ جمع کرنے کے واسطے نہیں ہے بلکہ اُن لوگوں کو دینے کیواسطے ہے جنکو حاجت کے موافق بھی نہیں ملا اور اسمیں خدا تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں کہ وہ غریبوں کو امیروں کے ہاتھ سے دلوانا چاہتے ہیں اس قاعدہ کا تو یہ مقتضا تھا کہ امیروں کو یہ حکم دیا جاتا کہ جتنا مال اُنکی ضرورت سے زیادہ ہو سب غریبوں کو دیدیا کریں کیونکہ عقلاً وہ اُنہی کا حق ہے لیکن یہ خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اُسنے سارا مال دینے کا حکم نہیں کیا بلکہ صرف چالیسواں حصہ واجب کیا ہے پھر اس میں بھی کوتاہی کرنا بڑا ظلم ہے۔ ایک کوتاہی عورتوں میں یہ ہے کہ انہیں پردہ کا اہتمام کم ہے اپنے عزیزوں میں جو نامحرم ہیں اُنکے سامنے بے تکلف آتی ہیں۔ ماموں زاد۔ چچازاد۔ خالہ زاد بھائیوں سے بالکل پردہ نہیں کرتی ہیں اور غضب یہ کہ اُنکے سامنے بناؤ سنگار کرکے بھی آتی ہیں پھر بدن چھپانیکا

زکوٰۃ زیور کا بیان

زکوٰۃ فرض

ذرا اہتمام نہیں کرتیں گلا اور سر کھلا ہوا ہے اور اُنکے سامنے آجاتی ہیں اور اگر کسی کا
سارا بدن ڈھکا ہوا بھی ہو تو کپڑے ایسے باریک ہوتے ہیں جنمیں سارا بدن جھلکتا ہے
حالانکہ باریک کپڑے پہنکر محارم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں کیونکہ محارم سے علاوہ
ماتحت الازار کے پیٹ اور کمر اور پہلو اور پسلیوں کا چھپانا بھی فرض ہے۔ پس ایسا
باریک کرتہ پہنکر محارم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں جس سے پیٹ یا کمر یا پہلو یا
پسلیاں ظاہر ہوں یا ان کا کوئی حصہ نظر آتا ہو شریعت نے تو محارم کے سامنے آنے
میں بھی اتنی قیدیں لگائی ہیں اور آجکل کی عورتیں نامحرموں کے سامنے بھی بیدھڑک نکل
آتی ہیں گویا شریعت کا پورا مقابلہ ہے۔ بیبیو! پردہ کا اہتمام کرو اور نامحرم عزیزوں
کے سامنے قطعاً نہ آؤ اور محارم کے سامنے احتیاط سے آؤ۔ اس جگہ مجھکو ایک بات
یاد آئی جسپر اہل علم کو تنبیہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ متون میں تو صرف یہ مسئلہ
لکھا ہوا ہے کہ محارم کے سامنے ماتحت الازار کے علاوہ ظہر و بطن کا چھپانا ضروری
ہے اور شروح میں سپر اتنی زیادت اور مذکور ہے مع الجنبین یعنی پہلوؤں کا چھپانا
بھی ضروری ہے اسکو ایک بہت بڑے عالم نے مع الجبین پڑھکر ترجمہ یہ کر دیا
کہ محارم سے پیشانی کا بھی چھپانا فرض ہے یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حیرتناک
غلطی ہے کیونکہ جبین داخل وجہ ہے اور ستر وجہ فرض نہیں کیونکہ وجہ و کفین و
قدمین عورۃ نہیں ہیں گو بوجہ خوف فتنہ کے غیر محارم کے سامنے کشف وجہ سے وجوباً
منع کیا جاتا ہے یہ اور بات ہے اس سے وجہ کا داخل عورت ہونا لازم نہیں آتا
اسلئے یہ مسئلہ اگر کسی کی نظر سے گذرے تو دھوکہ نہ کھاوے اسمیں ان عالم سے غلطی
ہو گئی ہے مگر اس سے ان کے عالم فاضل ہونے میں کچھ نقص نہیں آگیا کیونکہ عالم
سے کسی مقام پر لغزش بھی ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں بجز
انبیاء علیہم السلام کے دگو لغزش اُنسے بھی ہو جاتی ہے مگر وہ خطا پر مستمر نہیں رہ سکتے
وحی سے فوراً انکو متنبہ کر دیا جاتا ہے ۱۲ جامع) الغرض عورتوں کو نامحرم عزیزوں سے
پورا پردہ کرنا چاہیے ہاں جس گھر میں بہت سے آدمی رہتے ہوں جن میں بعض

نامحرم ہوں اور بعضے محرم اور گھر تنگ ہو اور پردہ کرنے کی حالت میں گذر مشکل ہو۔ ایسی
حالت میں نامحرم عزیزوں سے گہرا پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ایک گھر میں اس
طرح نباہ ہوسکتا ہی اسصورت میں نامحرموں کے سامنے بقدر ضرورت چہرہ کا کھولنا
جائز ہے مگر باقی تمام بدن سر سے پیر تک لپٹا ہوا ہونا چاہیئے۔ کفوں کے چاک سے
ہاتھ نہ جھلکیں۔ گریبان کھلا ہوا نرہے بٹن اچھی طرح لگے ہوئے ہوں تاکہ گلا اور
سینہ نہ جھلکے۔ دوپٹے سے تمام سر لپٹا ہوا ہو کہ ایک بال بھی باہر نرہے۔ اسطرح
بدن کو چھپا کر اُنکے سامنے منہ کھولکر گھر کا کام کاج کر سکتی ہیں (اور بہتر یہ ہی کہ ایسی
حالت میں بھی گھونگھٹ کی عادت رکھیں کھلم کھلا اُنکے سامنے چہرہ ظاہر نکریں
۱۲ جامع) اور یہی حکم کافر عورتوں کا ہے کہ اُن کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ اور
پیر کھولنا جائز ہے باقی تمام بدن کا اُنسے چھپانا واجب ہی کہ سر کا بال بھی اُن کے
سامنے نہ کھلے۔ عورتیں بھنگنوں اور چماریوں سے بالکل احتیاط نہیں کرتیں حالانکہ
اُنسے بھی بجز وجہ اور کفین اور قدمین کے باقی بدن کا شرعاً ویسا ہی پردہ ہی جیسے
نامحرم مردونسے۔ لیکن گھبراؤ نہیں کہ اتنی احتیاط ہم سے کسطرح ہوسکتی ہے۔ تم
احتیاط کرنا تو شروع کرو انشاء اللہ ذرا دقت نہوگی۔ یاد رکھو اس نفس کی مثال بچہ
جیسی ہے کہ بچہ کا اگر دودھ نہ چھڑایا جاوے تو وہ بارہ برس تک بھی دودھ ہی پیتا
رہیگا اور خود کبھی نہ چھوڑیگا۔ اور اگر دو برس کے بعد دودھ چھڑا دیا جاوے تو دو
چار روز کے لئے تو دقت ہوتی ہے مگر پھر بچہ کو روٹی کی ایسی عادت ہوجاتی ہی کہ
اُسکو ماں کے دودھ سے نفرت ہوجاتی ہے اور اب اگر کوئی اُس سے دودھ
پینے کو کہے تو وہ ہرگز راضی نہو۔ یہی حال نفس کا ہے کہ اگر گناہ ہونیکے کام اس سے
نہ چھڑائے جائیں تب تو یہ کبھی اپنے آپ اُنسے نہیں رک سکتا اور اگر ہمت کرکے
قصد کرلیا جائے کہ بس آج سے پیچھے یہ گناہ نکرینگے تو اوّل اوّل دو چار روز تک
تو تکلیف ہوتی ہے پھر آسانی ہوجاتی ہے بلکہ کچھ دنوں کے بعد اُس سے نفرت
ہوجاتی ہے۔ پھر جیسے بچہ کا اگر دودھ نہ چھڑایا جاوے تو اُسکا معدہ کمزور رہتا ہے

کہ عمدہ اور نفیس غذائیں ہضم نہیں کر سکتا اور دودھ چھڑانے کے بعد وہ دنیا بھر کی نعمتیں کھانے لگتا ہے اور اُنکا مزہ چکھکر باپ ماں کو دعا دیتا ہے کہ خدا انکا بھلا کرے کہ انہوں نے میرا دودھ چھڑا کر ان نعمتوں کے قابل مجھے بنادیا اسی طرح گناہوں کو چھوڑ کر آپکا دل انوار طاعات کے قابل ہو جائے گا پھر جب طاعات کے انوار قلب پر فائض ہونگے تو آپ بھی دعا دینگے کہ خدا اس شخص کا بھلا کرے جس نے گناہوں کو ہمسے چھڑا کر ہم کو ان انوار کے قابل بنادیا پھر آپ کو ان گناہوں کیطرف التفات بھی نہوگا البتہ چندروز ہمت کرنا پڑے گی ۔ **مصرع** چندروزے جہد کن باقی بخند ۔

اور چندروز کے لئے ہمت کرنا کچھ مشکل بھی نہیں کیا آپ بچہ سے بھی گئے گذرے کہ وہ تو دودھ چھڑانے کی کلفت برداشت کرلیتا ہے اور آپ سے ایک ذراسی کلفت برداشت نہو ۔ ایک کوتاہی عورتوں کی یہ ہے کہ وہ شوہروں کی تعظیم اور اُنکا ادب نہیں کرتیں اور یہ سخت بیحیائی ہے ۔ بعضی عورتیں مردوں سے ایسا برابری کا برتاؤ کرتی ہیں گویا شوہر اُنکا برابر کا بھائی ہے اور یہ بھی غنیمت ہے بعض جگہ تو عورتیں مردوں پر حکومت کرتی ہیں حالانکہ شریعت میں شوہروں کی تعظیم کے متعلق سخت تاکید ہے ۔ حدیث میں صاف آیا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں ۔ لیکن سجدہ تو خدا کے سوا کسی کو جائز نہیں مگر اس سے یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ شوہر کی کسقدر تعظیم عورتوں کے ذمہ واجب ہے (کہ جو چیز خدا کے لئے مخصوص ہے اگر اُسکا مستحق کوئی غیر ہوسکتا تو شوہر اُسکا مستحق ہوتا ۱۲) بعض جگہ تو عورتیں مردوں کو ذلیل کرتی ہیں اور بعض جگہ مرد بھی ظالم ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بہت ذلیل رکھتے ہیں اور بعض جگہ دونوں طرف سے یہ برتاؤ ہوتا ہے قیامت میں ان سب کا حساب ہوگا اور جس نے جس کی حق تلفی کی ہوگی اُس سے انتقام لیا جائیگا پس مردوں کو چاہیئے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی رعایت رکھیں اور عورتوں کو مردوں کی تعظیم کرنی چاہیئے اُنکی اطاعت و فرمانبرداری کا خیال کرنا چاہیئے

ایک کوتاہی عورتوں کی یہ ہے کہ یہ اسراف بہت کرتی ہیں روپیہ کو احتیاط سے خرچ نہیں کرتیں۔ بس یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم کو تو کمانا پڑتا نہیں ہم جسطرح چاہیں خرچ کریں مرد اپنے آپ کما کر لاویگا۔ بعض جگہ مامائیں خوب گھر لوٹتی ہیں اور یہ ذرا خبر نہیں لیتیں۔ یاد رکھو! شوہر کے مال کی نگہبانی عورتوں کے ذمہ واجب ہے اسکو اسطرح رائگاں کرنا اُنکو جائز نہیں قیامت میں عورتوں سے اسکا بھی حساب ہوگا۔ خصوصاً شادیوں میں تو بہت ہی فضول خرچی کرتی ہیں۔ اُن میں تو عورتیں ہی مفتی اعظم ہوتی ہیں۔ سارے کام انہی سے پوچھ پوچھ کر کئے جاتے ہیں مرد جانتے ہی نہیں کہ شادیوں میں کہاں خرچ کی ضرورت ہے کہاں نہیں بس جس جگہ عورتیں خرچ کرنیکا حکم دیتی ہیں وہاں بلاچون وچرا خرچ کیا جاتا ہے اور ان عورتوں نے ایسے بیڈھنگے خرچ نکال رکھے ہیں جن میں فضول روپیہ برباد ہوتا ہے ان شادیوں کی بدولت بہت سے بڑے بڑے گھر تباہ و برباد ہوگئے ہیں لیکن اب بھی لوگوں کو عقل نہیں آتی اور وہ ان رسوم وغیرہ میں عورتوں کا اتباع نہیں چھوڑتے حتی کہ ایک صاحب یہ کہتے تھے کہ خدا بھلا کرے اصلاح الرسوم کے مصنف کا کہ ہم کو رسموں کی تفصیل یاد نہ رہی تھی اس میں ہم عورتوں کے محتاج تھے۔ اصلاح الرسوم میں بہت تفصیل کے ساتھ تمام رسموں کو لکھدیا ہے بس اب ہم اُسی کو دیکھ دیکھ کر سب کام کرتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس بندۂ خدا نے اصلاح الرسوم سے یہ کام لیا حالانکہ اُس میں تو رسموں کی خرابیاں ظاہر کی گئی ہیں اور ہر رسم کا گناہ ہونا بتلایا گیا ہے مگر اس ظالم نے اس مضمون کو تو چھوڑدیا اور صرف رسمونکا بیان دیکھ لیا کہ فلاں وقت یوں ہوتا ہے اسکے بعد یہ ہوتا ہے۔ تو اب بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں جب سارا گھر باہر نیلام ہو جائے گا اُسوقت شریعت کے موافق شادی کرنے کی سوجھیگی۔ صاحبو! شادیوں میں بہت اختصار کرنا چاہیئے تاکہ بعد میں افسوس نہو کہ ہائے ہم نے یہ کیا کیا

گھر خرچ میں عورتوں کی کوتاہی

رسوم شادی سے بہت گھر تباہ ہوگئے

فائدہ: دنیا دار کو کچھ رقم جمع رکھنا چاہیے

اگر کسی کے پاس بہت زیادہ ہی رقم ہو تو اُسکو اس طرح برباد کرنا مناسب نہیں بلکہ دنیا دار کو کچھ رقم جمع کرنا بھی چاہیے اس سے دل کو اطمینان رہتا ہی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صاحبِ اسباب کو کچھ رقم اپنے پاس نفس کے بہلاوے کیلئے جمع رکھنی چاہیے اس سے دل مطمئن رہتا ہے اور طاعات میں یکسوئی نصیب ہوتی ہے۔ صاحب اسباب کے پاس اگر رقم جمع نہو تو اُسکا دل پریشان رہتا ہے جس سے دین کے کاموں میں بھی خلل پڑتا ہے ہاں جس کو توکل کی قوت نصیب ہو وہ جمع نکرے بلکہ خوب اللہ کے نام پر لٹائے تاکہ ثواب بھی ملے مگر فضول روپیہ برباد نکرو۔

فائدہ: عورتوں کی غمی میں اسراف

ایک کوتاہی عورتوں میں یہ ہے کہ یہ غمی میں بھی بہت اسراف کرتی ہیں بھلا وہاں خرچ کا کیا موقع وہ تو کوئی افتخار کا وقت نہیں بلکہ عبرت کا موقع ہے مگر انکے یہاں غمی میں بھی خاصی بارات کا اہتمام ہوتا ہے پھر حیرت تو ان جانیوالیوں پر ہے کہ جہاں کسی کے گھر موت ہوئی اور یہ گاڑیاں لیکر اُسکے گھر پہونچ گئیں اب اُس غریب پر ایک تو موت کا صدمہ تھا ہی دوسرا یہ وبال سر پر آ کھڑا ہوا کہ آنیوالیوں کے کھانے کی فکر کرے پان چھالیہ کا انتظام کرے گاڑی کے گھاس دانہ کا اہتمام کرے پھر اگر ذرا بھی کسی بات میں کوتاہی ہو گئی تو آنیوالیاں طعنے دیتی ہیں کہ ہم گئے تھے ہمیں پان بھی نصیب نہوا بھلا کوئی انسے پوچھے کہ یہ وقت تمہارے ناز نخرے پورا کرنے کا تھا یا اُس بیچاری پر مصیبت کا وقت تھا مگر انکی بلا سے انکے ناز نخرے کسی وقت کم نہیں ہوتے۔ حالانکہ اسوقت تو یہ مناسب تھا کہ آنیوالیاں اپنا دال آٹا ساتھ باندھکر لاتیں اور گھر والیوں سے کہدیتیں کہ اسوقت تم ہماری فکر نکرو تم خود مبتلائے رنج ہو جب کبھی خوشی کا موقع ہوگا ہماری خاطر مدارات کرلینا باقی اسوقت تو ہم اپنا انتظام خود ہی کرینگے اور یہ تو بہت ہی سخت بیحیائی ہے کہ وہاں جا کر بھی اپنے سارے معمولات پورے کریں کہ نہ پان میں فرق آوے نہ چائے میں۔

ایک رئیس زادہ کا قصہ

بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُنکے اعزہ چاروں

طرف سے جمع ہو گئے اور ایک بارات سی اُنکے گھر پر آگئی۔ رئیس زادے نے سب کیلئے
عمدہ عمدہ کھانے پکوائے جب کھانا چُنا گیا تو اُسنے مہمانوں سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا
ہے پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے گا سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے
اُس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اسوقت مجھپر کیسا
سانحہ گذرا ہے اسوقت میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر پر سے اٹھ گیا ہے اور سب
جانتے ہیں کہ باپ کا سایہ اٹھ جانیسے کیسا صدمہ ہوتا ہے تو کیا یہی انصاف ہے کہ
مجھپر تو یہ مصیبت گذرے اور تم آستین چڑھائے مرغن کھانا کھانے کو تیار ہو گئے
کیوں صاحب یہی ہمدردی ہے بس مجھکو یہ کہنا تھا کہہ چکا اب کھانا شروع کیجئے
بھلا اب کون کھاتا جب سر پر جوتیاں پہلے ہی پڑ گئیں سب لوگ دسترخوان سے
اٹھ کھڑے ہوئے اور رئیس زادے نے غربا کو بلا بھیجا کہ بیٹھو کھاؤ تمھارے کھانے
سے میرے باپ کی روح کو ثواب بھی پہونچے گا اور یہ برادری کے کھاتے پیتے لوگ
آستین چڑھا کر بیٹھ گئے انکے کھانے سے انکو کیا ثواب ملتا اور میری رقم برباد
ہو جاتی۔ غرض غریبوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دعا دیتے ہوئے چلے
گئے۔ اسکے بعد برادری کے چند معزز لوگ ایک طرف جا کر بیٹھے اور غمی کی رسوم میں
مشورہ کرنے لگے سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف
ہیں اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہیے
کسی نے اُن رئیس زادے سے کہا کہ میاں جب تم کو کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے
یہ بات کہدی ہوتی اتنا انتظام ہی تمنے کیوں کیا تھا اُسنے جواب دیا کہ اگر میں یہ
انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ یوں سمجھتے کہ اپنی
بچت کے لئے یہ بات نکالی ہے اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے
سکے کیونکہ میں نے کھانے عمدہ سے عمدہ تیار کرادئے تھے جس سے معلوم ہو گیا کہ
مجھے اپنی بچت منظور نہ تھی بلکہ محض اس بیہودہ رسم کا بیہودہ ہونا ظاہر کرنا تھا واقعی
اس شخص نے خوب کیا اگر دو چار آدمی اسی طرح کریں تو یہ سب رسمیں موقوف

ہو جاویں مگر ایسا کرنے کے لئے ہمت کی ضرورت ہی ہر اک کی ایسی ہمت نہیں ہوتی جب کسی کے گھر پر آدمی پہونچ جاتے ہیں تو وہ شرما شرمی اُنکا انتظام کرتا ہی ہو گر جانے والوں کو خود اسکا خیال کرنا چاہیئے یہ تو نمونہ ہے عورتوں کی کوتاہیوں کا اسسے بچنے کا انکو اہتمام کرنا چاہیئے یہاں تک تو گویا واتقوا اللہ کا بیان ہوا کیونکہ تقوے کے معنے معاصی سے بچنے ہی کے ہیں نمونہ کے طور پر میں نے چند معاصی کی فہرست گنا دی ہے اور یہ تو وہ باتیں ہیں جو اسوقت میرے ذہن میں بے تکلف آگئیں اسی پر دوسرے اعمال کو قیاس کرلیں کیونکہ ہمارے اکثر اعمال کوتاہی سے خالی نہیں۔ اگر کوئی عورت یہ سوال کرے کہ اس آیت میں تو تقوے کا امر اول مردوں کو ہے اور اُنکے واسطہ سے ہم کو ہے مگر کہیں خاص ہمکو بھی حکم ہوا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ ہاں خاص عورتوں کو بھی اسکا حکم ہوا ہی حق تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتے ہیں واتقین اللہ جو کہ صیغہ جمع مؤنث حاضر کا ہے اسمیں خاص عورتوں ہی کو خطاب ہے اب تو سوال نہیں رہا۔ اب میں دوسرے جزو کونوا مع الصادقین کے متعلق کچھ مختصر بیان کرتا ہوں (کیونکہ وقت کم رہ گیا ہے نماز عصر قریب ہی) اس جزو کا حاصل تو یہی ہے کہ اسمیں کمالِ دین حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ تم کاملین اور راسخین فی الدین کی ساتھ ہو جاؤ۔ مردوں کو تو اس طریقہ پر عمل کرنا آسان ہے اب قابل غور یہ ہے کہ عورتوں کے لئے اسکا طریقہ کیا ہے اور یہ سوال واقعی بہت ضروری ہی سو جواب یہ ہے کہ اسکے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عورتیں بھی اُن ہی بزرگوں سی فیض حاصل کریں جن سے مرد فیض حاصل کرتے ہیں مگر یہ ذرا دشوار ہے کیونکہ اول تو مردوں اور عورتوں کا ساتھ کیا۔ دوسرے پردہ کی وجہ سے شیخ کو ان سے مناسبت اور انکو شیخ سے مناسبت کامل نہیں ہو سکتی اور بدون مناسبت کے نفع کامل نہیں ہوتا اور بزرگوں کے سامنے آنا اور اُنسے پردہ نہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں جن عورتوں کا باپ یا خاوند کامل ہو وہ اُسسے فیض حاصل کر سکتی ہیں

فائدہ: ایک سوال کا جواب

عورتوں کے لئے صحبت کا مفید طریقہ

مگر سب کے تو باپ اور شوہر کامل نہیں اسلئے یہ طریقہ کافی نہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ
مرد کامل مردوں سے فیض لیں اور عورتیں کامل عورتوں سے اور اصل قیاس کا مقتضی
بھی یہی ہے کہ جسطرح مردوں کو حکم ہے کونوا مع الصادقین اسی طرح عورتوں
کو حکم دیا جاوے کُنّ مع الصّٰدقات مگر اسپر سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا عورتیں
بھی کامل ہو سکتی ہیں جواب یہ ہے کہ ہاں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی
کامل ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طرح حق تعالیٰ نے مردوں کو صادقین فرمایا ہے
اسی طرح عورتوں کو صادقات فرمایا ہے چنانچہ سورۂ احزاب کی ایک آیت
ان المسلمین و المسلمات الآیۃ میں نے ذرا دیر ہوئی پڑھی تھی اُسمیں
یہ بھی ہے والصّٰدقین والصّٰدقات اور صادقین کے معنے کاملین
کے ہیں تو صادقات بمعنے کاملات ہوا اس سے عورتوں کے بھی کامل ہونیکا
ثبوت ملتا ہے اور واقعی عورتوں کی اصلاح کا طریق سب سے اچھا یہی ہے
کہ جو عورتیں کامل ہوں یہ اُنکی صحبت میں رہیں مگر افسوس ہے ہمارے طبقۂ
اناث پر کہ آجکل انمیں کامل بہت کم ہیں۔ جب میں نے جزاء الاعمال لکھی ہے
تو اسمیں میں نے چند بزرگوں کے نام کی فہرست لکھی تھی کہ تمام لوگ انمیں سے
کسی کے ساتھ وابستہ ہوجاویں اُسوقت میرا جی چاہا کہ چند عورتوں کے نام بھی
لکھوں تاکہ عورتیں اُنسے فیض حاصل کریں۔ مگر عورتوں میں کوئی ایسی نظر ہی
نہ پڑی جسکا نام میں اطمینان کیساتھ لکھدیتا اور بعضی ایسی بھی تھیں جنکے کمال کی
خبریں میں سنتا تھا اور اُسوقت تک اُنکے متعلق کوئی بات بے اطمینانی کی تھی
مگر انکا نام لکھنے سے چند وجوہ سے رُکا +
(۱) یہ کہ اُنکے کمالات عورتوں ہی کی زبانی سنے تھے خود مجھکو اُنکے کمال کی
تحقیق نہ تھی اور نہ تحقیق کی کوئی صورت تھی بخلاف اُن بزرگوں کے جنکے نام
شائع کئے گئے تھے کہ اُن سب سے میں خود مل چکا تھا اور عورتوں کے بیانات پر مجھے
وثوق نہ ہوا کہ معلوم یہ اپنے ذہن میں کمال کسے سمجھتی ہونگی اور کسکو کامل کہتی ہونگی

عورتیں بھی کامل ہو سکتی ہیں

اُن سے یہ بھی بعید نہیں کہ ناقص کو کامل سمجھتی ہوں +

(۲) اگر عورتوں کا نام کاملات کی فہرست میں شائع ہوا تو ایسا نہو کہ مردوں کو بھی اُنسے اعتقاد ہوجاوے اور بعضے مرد اُنسے فیض حاصل کرنے جاویں +

(۳) ممکن ہے کہ عورتیں دور دراز سے اُنکی ملاقات وزیارت کے لئے سفر کریں اور ایسا ضرور ہوتا اور میں عورتوں کے لئے سفر کو پسند نہیں کرتا اور جب عورتیں سفر کرکے انکے پاس آتیں تو اُن بیچاری کاملات کو آنیوالیوں کی خاطر مدارات اور مہمانی کرنی پڑتی جس سے اون پر بار ہوتا +

(۴) پھر آنیوالیوں کی خاطر مدارات کے متعلق اُن کاملات میں اور اُنکے شوہروں میں نزاع ہوتا شوہر جھلاتا کہ میرے گھر روز روز یہ گاڑیاں کیسی آنے لگیں مردوں کو روز روز عورتوں کے آنیسے پردہ وغیرہ کی تکلیف ہوتی اُنکی آزادی میں خلل پڑتا +

(۵) اسقدر رجوعات سے کہیں اُن کاملات کا دماغ نہ بڑھ جاتا کیونکہ یہ تعظیم وتکریم وہ بلا ہے کہ اسکی ساتھ کامل سے کامل مرد کو بھی سنبھلنا دشوار ہوتا ہے۔ عورتوں کا دماغ تو بہت ہی بڑھ جاتا کہ ہاں ہم بھی کچھ ہیں تو اُن بیچاریوں کا تھوڑا بہت جو کچھ کمال تھا وہ بھی اس تکبر کی بدولت زائل ہوجاتا۔ غرض وجوہ تو میرے ذہن میں بہت سی آئیں مگر سب سے زیادہ مانع یہی وجہ تھی کہ اُنکے کمالات عورتوں ہی کی زبانی سنے ہوئے تھے اسلئے پوری طرح وثوق نہوا۔ اور حقیقت میں میرا خیال صحیح نکلا۔ کیونکہ میں نے جن مردوں کو کاملین میں شمار کیا تھا الحمد للہ اسوقت تک قریب قریب میں اُن سب کے کمال کا معتقد ہوں اور بجز ایک دو کے باقی سب ایسے ہیں کہ اُنکی بابت کوئی بات خلاف کمال مجھے معلوم نہیں ہوئی اور جن عورتوں کے متعلق میں نے کامل ہونیکی خبریں سنی تہیں قریب قریب اسوقت میں اُنمیں سے کسی کا معتقد نہیں رہا کیونکہ ہر اک میں کچھ نہ کچھ بات بعد میں معلوم ہوئی اسلئے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اُسوقت میں نے اُنکے نام شائع نہ کئے ورنہ شائع ہوجانے کے بعد اب بڑی دقت ہوتی۔ چنانچہ اُنہی میں سے

ایک مسماۃ ایک قصبہ کی رہنے والی بھی تھیں جنکو میں نے کاملات میں شمار کرنیکا قصد کیا تھا اُنکا نام جنت تھا شاید اب تو وہ مرگئی ہیں اُسوقت اُنکی حالت بہت اچھی سننے میں آرہی تھی کہ بہت نیک ہیں سوائے نماز روزہ اور تسبیح کے اُنکو اور کوئی کام نہیں تھا لڑکیوں کو پڑھایا بھی کرتی تھیں مگر اخیر میں وہ بجائے جنت کے دوزخ بنگئیں - اوسی قصبہ میں کچھ زمانہ سے ایک بے نکاحی عورت نے فتنہ برپا کر رکھا ہے اپنے آپ کو ولی اور بزرگ ظاہر کرتی ہے مردوں عورتوں کو مرید کرتی ہے اور کسی سے شادی نہیں کرتی - اوس کمبخت کے ایک بچہ بھی بدون خاوند کے ہوا جب اوس سے پوچھا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ جسطرح مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام بدون باپ کے ہوئے تھے اسی طرح میرے بھی بدون باپ کے بچہ ہوگیا - نعوذ باللہ مگر عورتوں کی جہالت دیکھیے کہ باوجود ایسی بیحیائی اور بدکاری کے پھر بھی اُسکی معتقد ہیں اور اُسکو پیرنی کا لقب دے رکھا ہے - حیرت یہ ہے کہ بعضے مردوں کی عقل پر بھی پتھر پڑ گئے کہ پڑھ لکھکر ڈوب گئے اور اُسکے معتقد بنگئے اور ان تمام بدکاریوں اور بیحیائیوں کی تاویل کرنے لگے (خدا انکو غارت کرے قاتلہم اللہ انی یؤفکون ۱۲ جامع) تو وہ بی جنت بھی اخیر عمر میں ایسی بیحیا عورت کی معتقد ہوگئی تھیں اور اُسکی مرید بنگئی تھیں اور اُنکے سامنے جو کوئی اُسکی بُرائی کرتا اور اُنکو بیوقوف بناتا کہ تم اُسکی مرید کیوں ہوگئیں تو وہ الٹا کہنے والے کو بیوقوف بناتیں اور اُسے کوسنے دیا کرتیں - غرض اخیر میں وہ بالکل مسخ ہوگئی تھیں (خدا مغفرت کرے ۱۲) تو جن عورتوں کو میں نے کامل سمجھا تھا کچھ دنوں کے بعد اکثر کا ناقص ہونا معلوم ہوگیا - تو اب یہ صورت تو عورتوں کی اصلاح کی ہو نہیں سکتی کہ وہ آپس میں اپنی ہم جنس عورت سے فیض حاصل کریں اب دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جنکے محارم میں سے کوئی کامل ہو وہ اُس سے مستفیض ہوں جس کا خاوند کامل ہو وہ اپنے خاوند سے فیض حاصل کرے مگر اس میں یہ مشکل ہے کہ شوہر تو بعض جگہ غلام ہے ورنہ برابر کا دوست تو ہے ہی - شوہر

عورتوں کے کامل ہونیکا دوسرا طریقہ

عورتوں کو اپنے شوہر سے اعتقاد نہ ہونا اور اسکی وجہ

کی تعظیم و تکریم عورتیں اُس درجہ نہیں کرتیں جتنی مربی کی تعظیم ہونی چاہیئے اور بدون اسکے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بیوی کو شوہر سے ویسا اعتقاد بھی نہیں ہوتا جیسا دوسروں سے اعتقاد ہوتا ہے گو اپنا شوہر کتنا ہی بڑا کامل ہو۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے گھر میں جو پہلی بیوی تھیں باوجودیکہ حضرت کی بہت فرمانبردار تھیں مگر بیعت ہوئے گو وہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتی تھیں مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ آپ حضرت حاجی صاحب سے کیوں نہیں بیعت ہو جاتیں بھلا حضرت کے ہوتے ہوئے مجھسے بیعت ہونا کیا مناسب ہے اُنھوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب کے کمال میں شبہ نہیں مگر میں اُنسے بیعت نہیں ہوتی میں تو آپسے ہی بیعت ہونا چاہتی ہوں (پھر معلوم نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی نے اُنکو بیعت کیا یا نہیں مگر دیکھ لیجئے اُنکو حاجی صاحب سے بیعت ہونا منظور نتھا بلکہ اُنکے خلفاء سے بیعت کی درخواست کرتی تھیں) اور حضرت حاجی صاحب کی دوسری بیوی تو سنا ہے کہ بہت ہی نیک تھیں جن عورتوں نے اُنکو دیکھا ہے وہ کہتی ہیں کہ حاجی صاحب میں اور اُنمیں صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت مرد تھے اور وہ عورت تھیں اور کچھ فرق نتھا۔ سنا ہے کہ وہ مثنوی کو بھی خوب سمجھتی تھیں۔ اور یہ دوسری بیوی حضرت حاجی صاحب کی منگیتر تھیں پہلے اُنسے حضرت کی منگنی ہوئی تھی مگر حضرت کے انکار کیوجہ سے نکاح نہوا تھا کسی دوسرے سے نکاح ہو گیا تھا پھر شوہر اول کے انتقال کے بعد حاجی صاحب نے اُنسے دوسرا نکاح کر لیا تھا تو اگر خاوند سے بھی فیض نہ حاصل کر سکیں اور

کمال حاصل کرنے کی دوسری صورت

اپنے محارم میں بھی کوئی کامل نہو تو اب دوسری صورت یہ ہو کہ بزرگوں کی کتابوں اور اُنکے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کیا جائے۔ بزرگوں کی تصانیف اور اُنکے ملفوظات میں بھی وہی اثر ہوتا ہی جو اُنکی صحبت میں اثر ہوتا ہی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب ۔ بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ — چارہ نبود در مقامش از چراغ

یعنی جب پھولوں کی موسم چلی جائے تو اب اُسکی خوشبو گلاب سے حاصل کرنی چاہیئے گلاب میں بھی پھول کی خوشبو مل سکتی ہی اسیطرح آفتاب چھپ جائے تو اب چراغ سے روشنی حاصل کرنا چاہیئے - یہ مشاہدہ ہی کہ اہل اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اور ملحدوں کے کلام میں ظلمت ہوتی ہے - گو بزرگوں کی کتابو کی عبارت سادی ہوتی ہے اُن میں عبارت آرائی نہیں ہوتی مگر اُنکے مطالعہ سے نور قلب میں پیدا ہوتا ہے اور جو لوگ متبع شریعت نہیں ہیں اُنکی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو مگر باطن میں اُس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے گو اُن میں تمام باتیں دین ہی کی ہوں مگر الفاظ چونکہ اُنکے اپنے ہیں اسلیئے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے - جسکے دل میں کچھ بھی ادراک ہی وہ اس فرق کو ضرور محسوس کریگا - اسی طرح اہل اللہ کی تقریر میں بھی ایک نور ہوتا ہی جو غیر اہل اللہ کے کلام میں نہیں ہوتا - ایک بزرگ کے صاحبزادے تحصیل علم کے لئے کہیں باہر گئے تھے جب وہ فارغ ہو کر واپس ہوئے اور پوری عالم ہو گئے تو اپنے والد صاحب کے پاس آئے انہوں نے اُنسے فرمایا کہ تم وعظ کہو چنانچہ صاحبزادے نے وعظ کہا اور بڑے بڑے عالی مضامین بیان کئے مگر کسی پر کچھ بھی اثر نہوا - جب وہ وعظ کہہ چکے تو اُنکے والد صاحب ممبر پر تشریف لائے اور وعظ سے پہلے انہوں نے اپنا واقعہ اُسی رات کا بیان فرمایا کہ رات ہمنے روزہ کی نیت کی تھی سحری کے لئے کچھ دودھ رکھدیا تھا مگر بلی آئی اور سارا دودھ پی گئی بس اتنا ہی بیان فرمایا تھا کہ ساری مجلس تڑپنے لگی اسکے بعد اُن بزرگ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ صاحبزادے سننے والے پر قلب کا اثر پڑا کرتا ہے الفاظ کا اثر نہیں ہوتا - تم نے ابتک علم الفاظ حاصل کیا ہے اب قلب کے اندر بھی اس علم کو پہونچانا چاہیئے اہل اللہ کے کلام سے یہ ضرور نہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں بلکہ اہل دل

کے کلام سے سامعین کے دل آنسوؤں سے بھر جاتے ہیں۔ غرض تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بزرگوں کی تصانیف سے بھی قریب قریب وہی فائدہ ہوتا ہے جو اُنکے پاس رہنے سے ہوتا ہے گو بالکل اُسکے برابر نہو گا مگر اُسکے قریب ضرور ہوگا۔ تو اگر عورتوں کو بزرگوں کی صحبت میسر نہ آسکے تو اُنکے ملفوظات اور احوال موجود ہیں اُنکو دیکھتی رہا کریں انشاء اللہ کمال ضرور حاصل ہوگا اور مردوں کو بھی بزرگوں کی تصانیف اور اُنکے ملفوظات و احوال کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے کیونکہ ہر شخص کو اتنی مہلت نہیں ملتی جو اُنکے پاس جاکر رہے عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ گویا اسی زمانہ کے واسطے یہ فرما گئے ہیں ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است ۔۔۔ صراحی مئے ناب و سفینۂ غزل است

صراحی مئے ناب سے مراد ذکر و شغل اور طاعات و عبادات ہیں اور سفینۂ غزل سے مراد اہل عشق کے ملفوظات ہیں۔ اسمیں حضرت حافظ نے کتاب کو رفیق بتلایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو فائدہ رفیق سے ہوتا ہے وہ اس سے بھی ہوتا ہے اور شیخ بھی رفیق طریق ہوتا ہے تو جسکو شیخ میسر نہو وہ کتابوں کو رفیق بنائے پس الحمد للہ کہ اس سوال کا جواب ہر پہلو سے مکمل ہو گیا کہ عورتوں کیلئے معیت صادقین کی کیا صورت ہوگی حاصل جواب کا یہ ہوا کہ جنکے محارم میں کوئی کامل موجود ہو وہ تو اُس کی صحبت اختیار کریں اور جنکے محارم میں کوئی کامل نہو وہ اسکی تلاش کریں کہ کوئی عورت کامل فی الدین ملے تو اُس کی صحبت سے فائدہ اُٹھائیں اور جسکو دونوں باتیں میسر نہ آئیں وہ بزرگوں کے کلام اور ملفوظات اور قصص و احوال کا مطالعہ کریں۔ پس اب عورتوں کے لئے بھی اس آیت کا بیان مکمل ہو گیا اور میں نے اُنکو بھی کمال دین حاصل کرنے کا آسان سے آسان طریق بتلا دیا اب آگے اُنکی ہمت ہے کہ عمل کریں یا نکریں بس مضمون تو ختم ہو گیا اب اُسکا ایک ذنابہ رہ گیا اُسکو بیان کرکے میں اپنی تقریر ختم کردونگا وہ ذنابہ ایک طالبعلمانہ اشکال و جواب ہے جسکو طلبہ و اہل علم خوب سمجھ لیں گے اشکال یہ ہے کہ

قرآن سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں کامل ہو سکتی ہیں چنانچہ الصادقین والصادقات
اسپر دلالت کر رہا ہے اور ایک حدیث میں بھی ہے کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء
الا مریم بنت عمران وآسیہ امرأۃ فرعون وفضل عائشۃ علی النساء
کفضل الثرید علی سائر الطعام جسکا حاصل یہ ہے کہ مردوں میں تو بہت
لوگ کامل ہوئے لیکن عورتوں میں بجز مریم علیہا السلام اور آسیہ فرعون کی بیوی کے
اور کوئی کامل نہیں ہوئی اور حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے
جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔ اس سے علماء نے حضرت عائشہ کا کمال
بھی سمجھا ہے کہ وہ بھی کامل ہیں۔ بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں کامل ہو
بھی سکتی ہیں اور اسکا وقوع بھی ہوا ہے گو انمیں کامل افراد بہ نسبت مردوں کے
کم ہیں۔ مگر ایک حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عورتیں کامل ہو ہی نہیں سکتیں۔ وہ
حدیث یہ ہے کہ آپنے ایکبار عورتوں کو خطاب کرکے فرمایا ما رأیت من ناقصات
عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احدٰکن کہ میں نے عورتوں سے
بڑھکر کوئی ناقص العقل اور ناقص الدین ایسا نہیں دیکھا جو ہوشیار مرد کی عقل کو
جلدی زائل کر دیتا ہو اسپر عورتوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہماری عقل اور
دین میں کیا نقصان ہے آپنے فرمایا کہ کیا عورتوں کی گواہی مردوں کی آدھی گواہی
کے برابر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔ آپنے فرمایا کہ یہ تو انکی عقل کا نقصان
ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی برابر شمار کی گئی ہے۔ اور کیا جب تم کو
حیض آتا ہے تو تم نماز روزہ چھوڑ کر نہیں بیٹھ جاتیں انہوں نے کہا بیشک فرمایا
کہ یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔ اس حدیث میں حضور نے عورتوں کے
ناقص ہونے کا جو سبب بیان فرمایا ہے وہ ایسا سبب ہے جس سے کوئی عورت
بھی خالی نہیں لہذا لازم آتا ہے کہ عورتوں میں کوئی بھی کامل نہ ہو سکے حالانکہ قرآن
اور دیگر احادیث سے انمیں بھی کاملات کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ یہ اشکال عرصہ
سے میرے ذہن میں تھا مگر اسکا کوئی شافی جواب ابتک ذہن میں نہ آیا تھا اسی لئے

اُس اشکال کو اب تک میں نے کہیں بیان نہیں کیا کہ خواہ مخواہ دوسروں کو بھی کیوں پریشانی میں ڈالا الحمد للہ اس وقت جواب ذہن میں آگیا اس لئے میں نے اشکال کو بھی بیان کر دیا اور جواب بھی عرض کرتا ہوں اوسکا حاصل یہ ہے کہ کمال کی دو قسمیں ہیں ایک کمال اختیاری ایک کمال غیر اختیاری اسیطرح نقصان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری ایک غیر اختیاری اور انسان مکلف ہے تحصیل کمالِ اختیاری کا جو کہ امر مکتسب ہے اور مکلف ہے ازالۂ نقصانِ اختیاری کا جو اسکی قدرت میں داخل ہے۔ اور کمالِ غیر اختیاری کی تحصیل اور نقصانِ غیر اختیاری سے اجتناب کا انسان مکلف نہیں (لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا) لیکن یہ ضرور ہے کہ کمالِ غیر اختیاری کے حاصل نہونے سے عورتوں کو گناہ گو نہوگا لیکن گناہ نہونے سے اُسکا موجب نقصان نہونا لازم نہیں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنکے نہونے سے گناہ نہیں ہوتا لیکن نقصان ضرور ہے (مثلاً ایک آدمی میں طبعاً بزدلی اور خوف بہت زیادہ ہے جسکی وجہ سے وہ جہاد نہیں کر سکتا اس صورت میں اُسکو گناہ تو نہوگا لیکن یہ نقصان ضرور ہے اور مجاہدین کی برابر وہ شخص نہیں ہو سکتا ۱۲) پس قرآن میں جو عورتوں کو کامل کہا گیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ کمالِ مکتسب کا درجہ اُنکو حاصل ہو سکتا ہے اور حدیث میں جو انکو ناقصات الدین کہا گیا ہے اُسمیں نقصانِ غیر اختیاری کو بیان کیا گیا ہے اور کمالِ مکتسب و نقصانِ غیر اختیاری کے جمع ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ اب یہ سوال رہا کہ دوسری حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں بجز مریم علیہا السلام و حضرت آسیہ کے اور کوئی کامل نہیں ہوا۔ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کمال کا وہی درجہ تھا جو مردوں میں تھا کیونکہ جس کمال کو مردوں کے لئے ثابت کر کے عورتوں سے اُسکی نفی کیگئی ہے حدیث میں صیغۂ استثنار کے ساتھ اُسی کمال کو ان دونوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے اگر یہ مطلب نہو تو انکے استثنار کرنے کے کچھ معنی نہونگے ۱۲) اور جب یہ مطلب ہوا کہ ان دونوں کو کامل مردوں کی برابر کمال حاصل تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے

اگر کیا انمیں نقصانِ عقل و نقصان دین کا وہ سبب غیر اختیاری موجود تھا جو دوسری عورتوں میں موجود ہے اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ ممکن ہے انمیں وہ نقصان غیر اختیاری موجود نہو اور خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ کچھ بعید نہیں دوسرے ممکن ہے کہ ان میں بھی نقصان غیر اختیاری موجود ہو لیکن انمیں کوئی کمال ایسا ہو جس سے اس نقصان غیر اختیاری کی تلافی ہوگئی ہو۔ اب میں اس مضمون کی زیادہ تفصیل نہیں کرتا بعض لوگ سمجھ گئے ہیں بس اتنا ہی کافی ہے جنکی سمجھ میں نہ آیا ہو وہ اُنسے سمجھ لیں حضرت حاجی صاحب بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ کسی دقیق مضمون کی تقریر ایک بار فرما دیا کرتے اسکے بعد اگر کوئی اُسکے متعلق سوال کرتا تو آپ فرما دیتے کہ فلاں شخص اسکو خوب سمجھ گیا ہے اُس سے سمجھ لو۔ البتہ یہاں ایک سوال ور رہگیا میں اُسکو بھی حل کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس تقریر سے تو یہ معلوم ہوا کہ نقصان غیر اختیاری بھی موجب نقص ہے حالانکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نقصان غیر اختیاری موجب نقص نہیں چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی ورد ہو اور وہ سفر کرے یا بیمار ہو جائے اور سفر یا بیماری کیوجہ سے ورد ناغہ ہو جاوے تو حق تعالیٰ ملائکہ سے فرماتے ہیں کہ اسکا ثواب پورا ہی لکھو یعنی سفر اور بیماری میں گو ورد ناغہ ہو جاتا ہے مگر ثواب اُن دنوں کے برابر ہی ملتا ہے جنمیں ورد ناغہ نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ غیر اختیاری عذر کیوجہ سے اگر اعمال میں کمی آوے تو ثواب کم نہیں ہوتا پھر اسکی کیا وجہ کہ حیض وغیرہ میں عورتوں کی نماز ناغہ ہوتی ہے تو اُسکو نقصان کا سبب شمار کیا گیا وہ بھی تو اعذار غیر اختیاریہ ہیں بلکہ وظاہر انکا غیر اختیاری ہونا سفر سے زیادہ ہے کیونکہ سفر من وجہ اختیاری ہے اور من وجہ غیر اختیاری یعنی سفر شروع کرنے کے بعد تو اوقات پر قبضہ نہیں رہتا اور مجبوراً اوراد ناغہ ہو جاتے ہیں لیکن سفر کا شروع کرنا تو اختیاری امر ہے۔ اگر ہم سفر ہی نکرتے تو اسکی نوبت نہ آتی بس سفر انتہاءً غیر اختیاری ہے اور ابتداءً اختیاری ہے۔ یہ سوال میرے ذہن میں ابھی آیا ہے اور جواب بھی اسیوقت ذہن میں آگیا ہے وہ یہ کہ عذر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عذر اتفاقی۔ دوسرے عذر مستمر۔ اور

حضرت حاجی صاحب کی عادت مضامین دقیقہ کے متعلق

دوسرا علمی سوال مع جواب

قانونِ شریعت میں غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ عذر اتفاقی و عذر مستمر میں فرق ہے۔ عذر اتفاقی سے ثواب کم نہیں ہوتا اور عذر مستمر موجب نقصان اجر ہوتا ہے چنانچہ موت سے بڑھکر عذر غیر اختیاری کونسا ہوگا لیکن نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ موت سے اجر و ثواب منقطع ہوجاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ دو شخص ایک ساتھ اسلام لائے تھے اور دونوں کے اعمال بھی برابر تھے انمیں سے ایک صاحب تو کسی غزوہ میں شہید ہوگئے اور دوسرے اُنکے بعد ایک ہفتہ کے فاصلہ سے انتقال کرگئے صحابہ کو یہ خیال ہوا کہ پہلا شخص شہید ہوکر مرا ہے اور یہ بستر پر مرا ہے اسلئے شاید اسکا درجہ اُس سے کم رہے تو انہوں نے دوسرے کے حق میں یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهٖ کہ اے اللہ اسکو بھی اسکے ساتھی کے درجہ میں پہنچا دیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاَیْنَ صَلٰوتُهٗ وَصِیَامُهٗ وَقِیَامُهٗ بَعْدَهٗ اَوْ کَمَا قَالَ کہ اسنے جو اُسکے بعد ہفتہ بھر نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں اور تہجد کی نماز پڑھی ہے یہ اعمال کہاں چلے گئے یعنی تمنے اسکے لئے پہلے شخص کے برابر ہونے کی کیوں دعا کی۔ اسنے جو اُسکے بعد اعمال کئے ہیں اُنکا ثواب بھی تو اسکے نامۂ اعمال میں لکھا گیا ہے تو یہ اُس سے بڑھا ہوا ہے چنانچہ آپ نے اس شخص کے بارہ میں تصریحاً بھی فرمایا کہ واللہ دونوں کے درجہ میں ایسا تفاوت ہے جیسا زمین و آسمان کے درمیان میں (رہی یہ بات کہ پہلا شہید تھا اور یہ شہید نہیں ہوا تو اس سے اسکا درجہ کم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ شہادت کیلئے یہ بھی تیار تھا جہاد میں دونوں شریک ہوئے تھے اب یہ اور بات ہے کہ اُسکا وقت آگیا تھا وہ شہید ہوگیا اسکا وقت نہ آیا تھا یہ قتل نہوا۔ مگر نیت دونوں کی برابر تھی اسلئے شہادت کا اجر اسکے لئے بھی ہے ۱۲) اس سے صاف معلوم ہوا کہ موت سے اجر منقطع ہوجاتا ہے اور ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ صریح ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَنْقَطِعُ اَجْرُ الْمُؤْمِنِ بِمَوْتِهٖ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ الخ پس مرض اور سفر اتفاقی عذر ہیں انسے اجر کم نہیں ہوتا اور حیض و نفاس وغیرہ عذر مستمر ہیں اور عذر مستمر سے اجر کم ہوجاتا ہے اور راز اسمیں یہ ہے کہ عذر اتفاقی ابتداء عمل کیوقت ذہن میں نہیں ہوتا جب آدمی کوئی عمل بہ نیت مداومت شروع کرتا ہے تو اسکے

ذہن میں یہ بات ہرگز نہیں ہوتی کہ اگر میں سفر میں جاؤنگا یا بیمار ہوجاؤنگا تو یہ عمل نکرونگا کیونکہ سفر اور مرض عارضی امور ہیں اصل حالت یہی ہو کہ انسان تندرست رہے اور اپنے گھر میں رہے اسلئے نیت دوام کی باقی رہتی ہو پھر جب اتفاقاً عذر پیش آتا ہی تو اسکو ثواب پورا ملتا ہو دوسرے یہ کہ سفر اور مرض کا کوئی خاص وقت نہیں ہوتا ممکن ہو کہ آدمی برسوں بھی سفر نکرے نہ بیمار ہو اسلئے ایام سفر و مرض کو عمل سے مستثنیٰ کرنیکی طرف التفات نہیں ہوسکتا پس وہ دن بھی اُسکے ذہن میں عمل ہی کیلئے مقرر تھے مگر اتفاق سے ناغہ ہو گیا بخلاف حیض و نفاس وغیرہ کے کہ یہ اعذار مستمرہ ہیں نیز اکثر انکے اوقات بھی معین ہوتے ہیں پس عورتیں جب نماز پڑھنا شروع کرینگی اُنکے ذہن میں یہ بات ہوتی ہو کہ حیض و نفاس کے وقت نماز کو چھوڑ دینگے تو اُنکی نیت دوام کی نہیں ہوتی ۔ یہ نیت کسی عورت کی نہیں ہوتی کہ میں اُن دنوں میں بھی نماز پڑھونگی ۔ ایسے ہی موت کا آنا یقینی ہو گو وقت معلوم نہیں مگر ہر شخص جس کام کو شروع کرتا ہو اُسکی نیت یہی ہوتی ہو کہ جبتک زندہ ہوں یہ کام کرتا رہونگا یہ نیت کوئی نہیں کرتا کہ موت کے بعد بھی عمل کرتا رہونگا اور اگر کوئی ایسی نیت کرے بھی تو وہ معتبر نہیں کیونکہ وہ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں نیت اور عزم کا درجہ نہیں کبھی نہیں ہوسکتا اور اس نیت کی ایسی مثال ہوگی جیسے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا کہ مجلس املا میں سب لوگ سوال کرتے ہیں تم کچھ سوال نہیں کرتے اُسنے کہا انشاء اللہ اب سے سوال کیا کرونگا چنانچہ ایکدن حضرت امام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ روزہ غروب کیساتھ فوراً افطار کرنا چاہیے تو وہ طالبعلم صاحب پوچھتے ہیں کہ حضرت اگر کسی دن غروب ہی نہو تو الخ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بس آپ خاموش ہی رہیں آپکو بولنے کی ضرورت نہیں جیسے کسی کے یہاں بہو آئی تھی وہ بولتی نہ تھی ساس کو بہت رنج تھا کہ ہائے بہو گونگی آئی بولتی ہی نہیں جب ساس نے اُسکو بہت سمجھایا بجھایا کہ لڑکیاں تو بولتی ہوئی اچھی لگا کرتی ہیں تو بولتی کیوں نہیں تو ایکدن آپ یہ بولیں کہ ساس سے کہنے لگیں کہ میں تم سے بول پوچھوں ہوں کہ اگر تمہارا بیٹا مرگیا تو تم میرا دوسرا نکاح بھی کردوگی یا یوں ہی ساری عمر بٹھائے رکھوگی ۔ ساس نے

کہا کہ بس بی تو چپ ہی رہا کر مہینوں میں دولی تھی تو یہ پھول جھڑے آگے کو نہ معلوم کیا ستم ڈھائے گی۔ ایسے ہی وہ طالبعلم صاحب تھے کہ یا تو سوال ہی نہ کرتے تھے اور سوال کیا تو یہ کہ حضرت بھلا اگر آفتاب غروب ہی نہو تو جیسے یہ قضیہ شرطیہ مہمل ہے جس میں مقدم کا وجود ہی نہیں ہو سکتا جبتک کہ عالم کا بقا ہے اسیطرح اگر کوئی عورت یہ نیت کرے کہ مجھکو اگر حیض و نفاس نہ آیا تو میں ساری عمر نماز پڑھتی رہونگی یا کوئی یہ نیت کرے کہ اگر میں نہ مرا تو ساری عمر نماز پڑھتا رہونگا یہ قضیہ بھی مہمل ہے جسکا شریعت میں اعتبار نہیں شرط وہی معتبر ہو سکتی ہے جسکا وقوع بھی عادۃً ہوتا ہو پس یہ عذر نیت دوام کو مانع ہے اور سفر و مرض نیت دوام کو مانع نہیں اسلئے جب وہاں دوام کی نیت ہو سکتی ہے تو ثواب بھی مرض و سفر میں اس نیت کی وجہ سے ملے گا اور عذر نسوانی اور موت قاطع نیت دوام ہیں اسلئے وہاں ان اعذار کے وجود سے ثواب منقطع ہو جائیگا یہ وجہ ہے حیض و نفاس کے سبب نقصان ہونے کی اور سفر و مرض کے سبب نقصان نہونے کی خوب سمجھ لو۔

بحمد اللہ اب یہ مبحث مکمل ہو گیا اور تمام شبہات زائل ہو گئے اور دلائل سے معلوم ہو گیا کہ عورتیں بھی کامل ہو سکتی ہیں یعنی کمال مکتسب اُن کو حاصل ہو سکتا ہے گو اُس کی ساتھ ایک نقصان غیر اختیاری بھی رہے اور اُن کے لئے کمال کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل تو وہ کتابیں دیکھیں جن میں مسائل و احکام شرعیہ کا ذکر ہے اُنکو دیکھ کر ہر عمل کے کامل کرنے کا طریقہ معلوم کریں اور جن اعمال میں کوتاہی ہو رہی ہے اُس کی اصلاح کریں یہ تو اصل طریق ہے اور اس میں آسانی پیدا کرنے کے لئے یہ طریق ہے کہ اگر کوئی کامل مرد اپنے محارم میں مل جائے تو اُس کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اوس سے اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کا طریقہ پوچھ کر دل کی اصلاح کریں اور اگر کوئی مرد ایسا نہ ملے تو کسی کاملہ کی صحبت میں رہیں اگر کوئی کاملہ بھی نہ ملے تو اپنے گھر کے مردوں کی اطلاع اور اجازت سے کسی دوسرے بزرگ سے بذریعہ خط و کتابت کے اپنی

اصلاح کا تعلق رکھیں اور اُس کو اپنے حالات سے اطلاع دیتی رہیں جو کچھ وہ لکھے اُس پر عمل کریں اور اپنے گھر میں ہی رہیں اُس کے پاس جانے کی زحمت نہ اٹھاویں ہاں اپنے گھر پر بزرگوں کے قصّے اُن کے حالات اور ملفوظات اور اُن کی تصانیف کا مطالعہ جاری رکھیں اس سے بھی وہی نفع ہوگا جو پاس رہنے سے ہوا کرتا ہے اور اگر مردوں میں سے بھی کسی کو بزرگوں کے پاس جانے کی فرصت نہو وہ بھی اسی طریقہ پر عمل کریں جو میں نے عورتوں کو بتلایا ہے انشاء اللہ اس طرح اُن کا بھی دین کامل ہو جائے گا +

پس اصل طریقہ کمال فی الدین کا تحصیل تقوےٰ ہے اور اُس کی تیسیر و تسہیل کا طریقہ معیت کاملین ہے۔ یہ خلاصہ ہے تمام بیان کا اب میں ختم کرتا ہوں کیونکہ عصر کی نماز قریب ہے گو بعضے مضامین اب بھی ذہن میں باقی ہیں مگر اوّل تو وقت نہیں۔ دوسرے ضروری باتیں بیان ہی ہو چکی ہیں اس لئے اُن مضامین کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں پھر کسی موقع پر دیکھا جائے گا اب دعا کیجئے کہ حق تعالےٰ ہم کو فہم سلیم اور عمل کی توفیق عطا فرما دیں +

آمین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلے اللہ علےٰ سیّدنا ومولانا محمد وعلےٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

ختم شد